بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

اے بے خبر! بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

تبلیغی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

مئی سنہ ۱۹۶۶ء

سالانہ چندہ

پاکستان و بھارت۔ چھ روپے ÷ بیرونی ممالک۔ تیرہ شلنگ

مدیر

ابو العطاء جالندھری

عیسائی صاحبان کو دعوتِ حق !

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرکیف تبلیغی اشعار کا ایک حصّہ

آؤ عیسائیو!!! اِدھر آؤ!!! / نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں / کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
اے عزیزو سُنو کہ بے قرآں / حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں / ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اثر / کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر
جس کا ہے نام قادرِ اکبر / اس کی ہستی سے دے ہے پختہ خبر
کُوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے / پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے / سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں / وہ تو دیتا ہے جاں کو اَور اک جاں
وہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر / اس سے انکار ہو سکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا / اس کے پانے سے یار کو پایا
بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام / عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اس کی یاد آتی ہے / یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے / دل سے غیرِ خدا اُٹھاتی ہے
دردمندوں کی ہے دوا وہی ایک / ہے خدا سے خدانما وہی ایک

ہم نے پایا خورِ ہدیٰ وہی ایک
ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۶ شمارہ ۵	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ مئی ۱۹۶۶ء	محرم الحرام ۱۳۸۶ ہجری قمری ہجرت ۱۳۴۵ ہجری شمسی

ترتیب مضامین

• عیسائی دنیا کے لئے پچاس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا اعلان	ص۲
• مسلمانوں کے اتحاد باہمی کی بنیاد	(اداریہ)	ص۳
• مسیحی صاحبان سے ایک مخلصانہ استفسار	ایڈیٹر	ص۵
• "جنگ مقدس" کا ایک ایمان افروز واقعہ	"	ص۶
• البیان — سورہ نساء رکوع ۳ کا ترجمہ و تفسیر	ابو العطاء	ص۹
• آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت، رسالت و امامت	ایڈیٹر	ص۱۳
• ایک ایمان افروز اور ولولہ انگیز بیانِ حقیقت	(ایک خود نوشت داستان قبول احمدیت)	ص۱۹
• شذرات	ایڈیٹر	ص۲۵
• حضرت مسیحؑ کے صلیبی واقعہ کے انجیلی بیان پر تبصرہ	جناب گیانی واحد حسین صاحب	ص۳۳
• حاصل مطالعہ	جناب چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ اور دوسرے احباب	ص۳۶
• فریب خرد (نظم)	جناب نسیم سیفی	ص۴۰
• فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ	ایڈیٹر	ص۴۱
• ایڈیٹر کی ڈاک میں سے کچھ	(احباب کے خطوط)	ص۴۲
• مسئلہ صحت اور طب اسلامی	جناب راجہ نذیر احمد صاحب ظفر	ص۴۳

قواعد و ضوابط

۱۔ سالانہ چندہ پاکستان و بھارت کیلئے چھ روپے۔ غیر ممالک کیلئے تیرہ شلنگ پیشگی وصول ہونا ضروری ہے۔

۲۔ تاریخ اشاعت ہر انگریزی ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے۔

۳۔ مقررہ تاریخ سے پندرہ روز تک رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت پر رسالہ دوبارہ بھیج دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں قیمتاً مل سکتا ہے۔

الفرقان کا جہاد نمبر

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ماہنامہ الفرقان ماہ جون ۱۹۶۶ء کا شمارہ جہاد نمبر ہوگا۔ یہ نمبر حسب دستور آئندہ ماہ کی دس تاریخ کو پوسٹ کیا جائے گا، انشاء اللہ۔ جن دوستوں کو اس نمبر کی زائد کاپیاں مطلوب ہوں وہ جلد مطلع فرما دیں۔ ایک نسخہ کی قیمت ۶۲ پیسے ہوگی۔ (مینجر)

عیسائی دنیا کیلئے پچاس ہزار روپے کا انعامی چیلنج

سورۂ فاتحہ کے حقائق و معارف کی مثال پیش کرنے کی دعوت!

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کا باطل شکن اعلان

مؤرخہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۶ء کو مسجد مبارک میں علمی تقاریر کا ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ بھی بنفس نفیس تشریف فرما تھے۔ حضور نے اپنے آخری خطاب میں فرمایا کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک چیلنج جو آپ کی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" میں عیسائیوں کو دیا گیا تھا، جو حسب ذیل ہے:۔

"توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی۔ اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورت کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں یعنی سورت فاتحہ کے ساتھ جو فقط سات آیتیں ہیں اور جس ترتیب انسب اور ترکیب محکم اور نظام فطرتی سے اس سورت میں صدہا حقائق اور معارف دینیہ اور روحانی حکمتیں درج ہیں ان کو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں تو گو ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی۔ اور یہ بات لاف و گزاف نہیں بلکہ واقعی اور حقیقی بات یہی ہے کہ توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورت فاتحہ کے ساتھ بھی مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ہم کیا کریں اور کیونکر فیصلہ ہو۔ پادری صاحبان ہماری کوئی بات بھی نہیں مانتے۔ بھلا اگر وہ اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہیں

تو ہم بطور انعام پانسو روپیہ نقد ان کو دینے کے لئے طیار رہیں۔ اگر وہ اپنی کُل ضخیم کتابوں میں سے جو ستر کے قریب ہوں گی وہ حقائق اور معارف شریعت اور مرتب اور منتظم دُررِ حکمت و جواہرِ معرفت اور خواص کلام الوہیت دکھلا سکیں جو سورۃ فاتحہ میں سے ہم پیش کریں۔ اور اگر یہ روپیہ تھوڑا ہو تو جس قدر ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اُن کی درخواست پر بڑھا دیں گے۔" (صلا)

اِس اقتباس کے آخری فقرہ کو سُن کر مجھے یہ خیال آیا کہ یہ ایک ایسا چیلنج ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ قیامت تک کیلئے قائم ہے اور اِس چیلنج میں آپ نے اِس خواہش کا اظہار بھی فرمایا ہے کہ اگر عیسائی اِس رقم کو حقیر سمجھنے کا بہانہ کرکے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیں تو ہم اپنی استطاعت کے مطابق اِس رقم کو بڑھا دیں گے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور احسان کے ساتھ ہماری مالی طاقت اور استطاعت کو بڑھا دیا ہے اسلئے مَیں جماعت احمدیہ کا امام ہونے کی حیثیت سے عیسائی دنیا کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ ہم سے اِس رقم سے سَو گُنا زیادہ (یعنی پچاس ہزار روپیہ RA-50,000/-) نقد وصول کریں بشرطیکہ جو حقائق و معارف سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں اسی قسم کے حقائق و معارف وہ اپنی تمام کتب کے مجموعہ سے پیش کریں۔ اور اسکے ساتھ ہی مَیں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ انہیں اِس چیلنج کے قبول کرنے کی کبھی ہمت نہیں پڑیگی کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کتابوں کے ذریعہ قرآن کریم کی تعلیم کا مقابلہ نہیں ہوسکتا جو دُنیا کو ایک وقت تک فائدہ پہنچا کر اور اپنا کام ختم کرکے خدا تعالیٰ کی تقدیر سے منسوخ کر دی گئی ہیں۔"

(الفضل ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء)

اداریہ

مسلمانوں کے اتحادِ باہمی کی بنیاد

کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

فرمانروائے سعودی عرب جلالۃ الملک شاہ فیصل کا اعلانِ حق

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس کی روحانی **کیفیت** بے نظیر و بے مثال ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان اسی دین کے ذریعہ صحیح اور حقیقی رابطہ مستحکم ہوتا ہے۔ اسی لئے فرمایا وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ کہ اسلام کو ترک کرنے والا مقبولِ بارگاہ ایزدی نہیں ہو سکتا۔ وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام اور قرآن مجید کی **حفاظت** کا وعدہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ضروری تھا کہ یہ حفاظت خود اللہ تعالیٰ ہی فرماتا کیونکہ نوعِ انسانی کی **زندگی** اور اس کی **اُخروی نجات** اسلام کی اشاعت پر ہی موقوف ہے اسلئے قرآن مجید اور اسلام کا ہر زمانہ میں **اصلی شکل** میں موجود ہونا لازمی تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کو پورا فرمایا ہے اور وہ صدی بہ صدی دینِ اسلام کی حفاظت کرتا آیا ہے اور رہتی دنیا تک کرتا جائیگا تا تمام لوگ ہمیشہ کے لئے اسلام کے **روحانی آبِ حیات** سے فائدہ حاصل کرتے رہیں۔

مسلمان گذشتہ چودہ صدیوں میں دنیا بھر کے ممالک میں پھیل گئے ہیں پھر ان میں صدہا قسم کے **اختلافات** رونما ہو چکے ہیں۔ ملکی سیاسی اور لسانی اختلافات کو چھوڑ کر اپنے مسلمان کہلانے والوں کے بیسیوں **فرقے** بن چکے ہیں اور ان میں عقائد کے شدید اختلافات راسخ ہو چکے ہیں۔ یہ اختلافات ایسی سنگین **نوعیت** اختیار کر چکے ہیں کہ **کفر و زندقہ** تک نوبت پہنچ چکی ہے اور باہمی فتووں کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک جگہ جمع ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پھر غرض پرست علماء اس خلیج کو روز بروز وسیع سے وسیع تر کرتے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیوی طور پر بھی مسلمانوں کی حالت نہایت خستہ ہو چکی ہے اور اُن کے باہم مل بیٹھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی جس سے حساس مسلمان سخت پریشان ہیں۔

ماہ اپریل کے آخری حصہ (۱۹ر اپریل تا ۲۴ر اپریل) میں سعودی عرب کے فرمانروا جلالۃ الملک شاہ فیصل پاکستان تشریف لائے۔ آپ ایک جہاندیدہ، زیرک اور دردمند مسلمان حکمران ہیں۔ عالمِ اسلام کی بہبودی اور خیر خواہی آپ کا شعار ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی **روحانی حالت** سخت کمزور ہے اسکی اصلاح بجز **آسمانی ہاتھ** اور

روحانی مصلح کے نا ممکن ہے مگر دنیوی طور پر ایک ایسی قدر مشترک دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہے جسے اساس قرار دیکر ان میں بڑی حد تک اتحاد اور اخوت کو مستحکم کیا جا سکتا ہے اور وہ اساس یہ ہے کہ سارے مسلمان کلمہ طیبہ لا الٰہ اِلّا اللہ محمّد رسول اللہ پڑھنے والے ہیں۔ پس چاہیئے کہ کلمہ طیبہ کے قائل سب لوگوں کو ایسے مسلمان قرار دیا جائے جو کم از کم خود حفاظتی، دنیوی معاملات اور مشترکہ مفادات کی حد تک بھائی بھائی ہو کر زندگی بسر کریں اور ایکدوسرے کے ساتھ دلی تعاون اور اخوت سے پیش آئیں تا وہ باعزت اور آزادانہ زندگی گزار سکیں۔

پاکستان تشریف لاتے ہی جناب شاہ فیصل نے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور لکھتا ہے:۔

”شاہ فیصل فرمانروائے سعودی عرب نے کہا ہے کہ کلمہ طیبہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے اتحاد کا موجب ہے۔ آج شام شاہ فیصل نے ریڈیو پاکستان کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ سارے پاکستانی اسلام کے سچے سپاہی ثابت ہوں گے اور وہ عالم اسلام کے اتحاد اور اخوت کو مستحکم بنائیں گے۔“ (نوائے وقت لاہور۔ ۲۰ر اپریل ۱۹۶۶ء)

ہفت روزہ شہاب لاہور نے لکھا ہے:۔

”شاہ فیصل نے ریڈیو پاکستان کی وساطت سے پاکستانیوں کو یہ جان بخش اور زندگی نواز پیغام دیا کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ اِلّا اللہ محمّد رسول اللہ اسلامی اتحاد کی بنیاد ہے۔ شاہ فیصل کا یہ ارشاد پاکستان کے ہر دل کی زبان بنے گا کیونکہ پاکستان کا ہر دل اسی انداز میں سوچتا اور اسی لَے پر جھومتا ہے۔“ (شہاب لاہور۔ ۲۴ر اپریل ۱۹۶۶ء)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کلمہ طیبہ اسلام کا خلاصہ اور ایمانیات کی رُوح ہے۔ صدق دل سے اس کلمہ طیبہ کو اختیار کرنے والا مخلص مومن ہوتا ہے۔ وہ جملہ ایمانیات کو مانتا اور تمام اسلامی احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ لیکن ظاہری طور پر بھی یہ کلمہ طیبہ مسلمانوں کی ظاہری علامت ہے۔ ایک غیر مسلم اسی کلمہ کو پڑھنے سے اسلام کے عمومی دائرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسلئے کلمہ طیبہ کو مسلمانوں کے ظاہری اتحاد کی اساس قرار دینا نہایت ہی معقول بات ہے۔ لہذا ہر عقلمند مسلمان جلالۃ الملک شاہ فیصل کے اعلان کی تائید کرے گا۔

ہمارے نزدیک سعودی عرب کے فرمانروا کا یہ اعلان حق بڑا ہی با موقعہ اور برمحل ہے۔ آج مسلمانوں کی

سب سے بڑی ضرورت ان کا باہمی اتحاد ہے۔ کوئی حکومت یا انجمن اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے فرقوں کے عقائد میں یک لخت تبدیلی کر دے۔ اس میں تو آسمانی طاقت اور دلائل و براہین کے ذریعہ ہی کوئی تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ فوری طور پر بہترین ذریعۂ اتحاد یہی ہے کہ ہر کلمہ گو کو مسلمان قرار دیا جائے اور اس کی ہر طرح خیر خواہی کی جائے۔ اور کلمہ طیبہ لا الٰہ اِلّا اللہ محمّد رسول اللہ کو اساسِ اتحاد قرار دیا جائے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ
لا الٰہ اِلّا اللہ محمّد رسول اللہ اور اسی پر مریں" (ایام الصلح ص۸۷)

کیا ہم امید رکھیں کہ پاکستان میں فرقہ بندی کی آگ بھڑکانے والے علماء اور احمدیوں کو کلمہ طیبہ پڑھنے کے باوجود نامسلمان ٹھہرانے والے مولوی صاحبان شاہ فیصل کے پُر حکمت بیان پر کان دھریں گے؟

مسیحی صاحبان سے ایک مخلصانہ استفسار

آپ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح خداوند تعالیٰ کا ازلی ابدی بیٹا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب تک یسوع مسیح حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے تولد نہ ہوا تھا اس کے وجود کا کیا ثبوت تھا اور اس کے ابن اللہ ہونے کی کیا دلیل تھی۔ ازل سے بیٹا یسوع مسیح کیا کیا کرتا تھا؟ اس کا کوئی معین کام تو بتایا جائے۔

نیز یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اب یسوع مسیح دو ہزار سال سے آسمانوں پر بیٹھا کیا کام کر رہا ہے۔ آخر تین خداؤں کے عقیدہ (تثلیث) کے ماتحت ہر ایک اقنوم کا علیحدہ علیحدہ کام بھی تو ہونا چاہیئے۔ اللہ رب العالمین کی تو سب صفات خالقیت، احیاء، رزاقیت اور اماتت وغیرہا کام کر رہی ہیں۔ آپ واضح طور پر بتائیں کہ یسوع مسیح بطور ابن اللہ ازل سے اپنی ولادت تک کیا کرتے رہے ہیں اور تینتیس ۳۳ سال کی عمر کے بعد سے اب تک اور ابد تک کیا کریں گے؟ اگر کچھ بھی نہیں کرتے رہے اور کچھ بھی نہیں کر رہے تو ان کے ابن اللہ ہونے کی حکمت اور فائدہ کیا ہے؟ کیا محض بیکار ابن اللہ بھی کوئی ماننے کی چیز ہے؟

یہ استفسار آپ کے غور اور تدبر کے لئے پیش ہے۔ اگر کسی عیسائی بھائی کو سوچ سمجھ کر کوئی جواب سوجھے تو وہ شوق سے ایڈیٹر الفرقان ربوہ کے نام ارسال فرمائیں اسے شائع کر دیا جائے گا۔

"جنگِ مقدس" کا ایک ایمان افروز معرکہ

ماہ مئی ۱۸۹۳ء یعنی آج سے پورے ستر برس بیشتر کی بات ہے کہ امرتسر میں اہلِ اسلام اور عیسائیوں کا ایک مذہبی مباحثہ جنگِ مقدس کے نام سے ہو رہا تھا۔ عیسائیوں کی طرف سے پادری عبد اللہ آتھم صاحب اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام پیش تھے۔ یہ مباحثہ کئی روز تک جاری رہا۔ پادری صاحبان دلائل کے میدان میں بالکل لاچار تھے۔ ۲۶ رمئی کے روز انہوں نے یہود کے نقشِ قدم پر چل کر بطور آخر میدانِ مناظرہ میں تین معذور انسان پیش کرتے ہوئے کہا کہ :-

"ہم یہ تین شخص پیش کرتے ہیں جن میں ایک اندھا ایک ٹانگ کٹا اور ایک گونگا ہے ان میں سے جس کسی کو صحیح سالم کرسکو کر دو۔ اور جو اس معجزہ سے ہم پر فرض و واجب ہوگا ہم ادا کریں گے۔ آپ بقول خود ایسے خدا کے قائل ہیں جو گفتہ قادر نہیں لیکن درحقیقت قادر ہے تو وہ ان کو تندرست بھی کر سکیگا پھر اس میں تامل کی کیا ضرورت ہے؟" (پرچہ پادری عبد اللہ آتھم ۲۶ رمئی ۱۸۹۳ء)

پادری صاحبان کا خیال تھا کہ وہ اپنے اس طلسم سے حق پر پردہ ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے مگر جب اللہ تعالیٰ کے جری اور موسیٰ زمان علیہ السلام نے اپنے ایک ہی وار سے اس سحر کو پاش پاش کر دیا تو پادری صاحبان حیرت زدہ ہو گئے اور انہیں اپنے اندھے اور لنگڑے اشخاص کو چھپا دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے پادریوں کے جواب میں فرمایا کہ :-

"میں نے ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب کی خدمت میں یہ تحریر کیا تھا کہ جیسے آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ نجات صرف مسیحی مذہب میں ہے ایسا ہی قرآن میں لکھا ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے۔ اور آپ کا تو صرف اپنے لفظوں کے ساتھ دعویٰ ہے اور میں نے وہ آیات بھی پیش کر دی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ دعویٰ بغیر ثبوت کے کچھ عزت اور وقعت نہیں رکھتا۔ سو اس بنا پر دریافت کیا گیا تھا کہ قرآن کریم میں تو نجات یابندہ کی نشانیاں لکھی ہیں۔ جن نشانوں کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ اس مقدس کتاب کی پیروی کرنے والے نجات کو اسی زندگی میں پا لیتے ہیں مگر آپ کے مذہب میں حضرت عیسیٰ نے جو نشانیاں نجات یابندوں یعنی حقیقی ایمانداروں کی لکھی ہیں وہ آپ میں کہاں موجود ہیں۔ مثلاً جیسے مرقس ۱۶-۷ میں لکھا ہے اور وے جو ایمان لائیں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی کہ وہ میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اٹھا لینگے

اور اگر کوئی ہلاک کرنیوالی چیز پئیں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے۔ تو اب میں بادب التماس کرتا ہوں اور اگر ان الفاظ میں کچھ درشتی یا مرارۃ ہو تو اسکی معافی چاہتا ہوں کہ تین بیمار جو آپ نے پیش کئے ہیں یہ علامت تو بالخصوصیت مسیحیوں کے لئے حضرت عیسٰیؑ قرار دے چکے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہی علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے تو وہ چنگا ہو جائیگا اب گستاخی معاف! اگر آپ سچے ایماندار ہونے کا دعوی کرتے ہیں تو اس وقت تین بیمار آپ ہی کے پیش کردہ موجود ہیں آپ ان پر ہاتھ رکھدیں اگر وہ چنگے ہوگئے تو ہم قبول کرلیں گے کہ بے شک آپ سچے ایماندار اور نجات یافتہ ہیں ورنہ کوئی قبول کرنے کی راہ نہیں کیونکہ حضرت مسیحؑ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ مگر خیر! میں اسوقت پہاڑ کی نقل مکانی تو آپ سے نہیں چاہتا کیونکہ وہ ہماری اس جگہ سے دور ہیں لیکن یہ تو بہت اچھی تقریب ہوگئی کہ بیمار تو آپ نے ہی پیش کر دیئے اب آپ ان پر ہاتھ رکھو اور چنگا کرکے دکھلاؤ ورنہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ مگر آپ پر یہ واضح رہے کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں ہماری یہ نشانی نہیں رکھی کہ بالخصوصیت تمہاری یہ نشانی ہے کہ جب تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو اچھے ہو جائیں گے۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ میں اپنی رضا اور مرضی کے موافق تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ اور کم سے کم یہ کہ اگر ایک دعا قبول کرنے کے لائق نہ ہو اور مصلحتِ الٰہی کے مخالف ہو تو اس میں اطلاع دی جاویگی۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائیگا کہ تم اقتداری طور پر جو چاہو وہی کر گزرو گے مگر حضرت مسیحؑ کا تو یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیماروں وغیرہ کے چنگا کرنے میں اپنے تابعین کو اختیار بخشتے ہیں جیسے کہ متی۔ ا باب ۱ میں لکھا ہے۔ پھر اس نے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کے انہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دکھ درد کو دور کریں۔ اب یہ آپ کا فرض اور آپ کی ایمانداری کا ضرور نشان ہوگیا کہ آپ ان بیماروں کو چنگا کرکے دکھلا دیں یا یہ اقرار کریں کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہم میں ایمان نہیں۔ اور آپ کو یاد رہے کہ ہر ایک شخص اپنی کتابوں کے موافق مؤاخذہ کیا جاتا ہے۔"

(جنگ مقدس۔ پرچہ حضرت مسیح موعودؑ مورخہ ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء)

ہر پڑھنے والا تصور کرسکتا ہے کہ جواب کے سننے کے وقت پادریوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ ہوگیا۔ حق کی فتح ہوئی اور باطل بھاگ گیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا +

البَيَانُ

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری نوٹس کیساتھ

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا

تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا ارتکاب کریں ان کے خلاف اپنے میں سے

عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَھِدُوْا فَاَمْسِکُوْھُنَّ فِی

چار گواہ طلب کرو۔ اگر چار مرد گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے

الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ

رکھو یہاں تک کہ طبعی موت سے وہ فوت ہو جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور

سَبِیْلًا ○ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْھُمَا ج فَاِنْ

راستہ پیدا کر دے۔ تم میں سے جو دو مرد بے حیائی کا ارتکاب کریں انہیں سخت اذیت پہنچاؤ۔ اگر وہ

تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمَا ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا

دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان سے اعراض کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور

تفسیر۔ پہلی آیت میں الفاحشہ سے مراد بدکاری ہے۔ جمہور مفسرین نے اس سے زنا مراد لیا ہے۔ ابو مسلم اور مجاہد نے اس سے سحاق (عورتوں کی ہم جنسی) مراد لی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے "ناپسندیدہ بات" مراد لی ہے اور "جھگڑا اور فساد" کو الفاحشہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی لغت کی مشہور کتاب المفردات میں اسکے لغوی معنے "مَا عَظُمَ قُبْحُہٗ مِنَ الْاَفْعَالِ وَالْاَقْوَالِ" لکھے ہیں کہ ہر ناپسندیدہ فعل اور قول اس ذیل میں شامل ہے لیکن امام راغب کے نزدیک آیت یاتین الفاحشۃ میں زنا ہی مراد ہے۔ تفسیر المنار میں لکھا ہے:۔

رَّحِيْمًا ○ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

باربار رحم کرنیوالا ہے۔ توبہ اللہ کے نزدیک انہیں کی قبول ہوتی ہے جو جہالت اور نفس کے غلبہ کے

السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ

ماتحت کسی بدی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کرتے ہیں انہیں پر

يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَ

اللہ تعالیٰ رجوع برحمت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

ان لوگوں کی توبہ قابلِ قبول نہیں ہے جو بدیاں کرتے رہتے ہیں یہانتک کہ جب

حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ

ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں ایسا ہی ان لوگوں کی توبہ بھی

يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

قابلِ قبول نہیں ہے جو کافر ہونیکی حالت میں ہی مرجاتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار

"ویأتین الفاحشة معناها یفعلن الفعلة الشدیدة القبح وھی الزنا علی الجمھور والسحاق علی ما اختارہ ابو مسلم ونقلہ عن مجاھد"

آیت میں چار گواہوں کا حکم بھی فاحشہ کی آخری صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تمام مفسرین نے سورۂ نور کے نزول پر اس آیت کے حصہ فامسکوھن فی البیوت کو منسوخ سمجھا ہے مگر یہ انکی غلطی ہے۔ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ امام زمخشری کا قول ہے کہ فاحشہ کی مرتکب عورتوں کو سزا ملنے کے باوجود گھروں میں پابند بنانا چاہیے "صیانة لھن عن مثل ما جری علیھن بسبب الخروج من البیوت والتعرض للرجال" تاکہ وہ آئندہ بدی کے ارتکاب سے محفوظ رہیں۔ آیت کے حصہ او یجعل اللہ لھن سبیلاً سے مراد نکاح بھی ہے کہ انکی شادی کا انتظام ہو جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اس سے شاید یہ مدعا ہے کہ نیک ہو جائیں"۔ (درس القرآن ۲۰ مئی ۱۹۰۹ء)

أَلِيمًا ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا

کر رکھا ہے۔　　اے ایمان دارو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کی ناپسندیدگی کے باوجود ان کے

النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا

اموال کے مالک بن جاؤ۔ تم انہیں اسلئے نہ روکے رکھو کہ ان اموال (مہر وغیرہ) میں سے جو تم نے انہیں

آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَ

دیئے ہیں کچھ مال لے سکو　　سوائے اس صورت کے کہ وہ عورتیں کھلی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔

عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ

تم پر فرض ہے کہ ان کے ساتھ شرافت، نیکی اور قانون کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اگر تم کسی وجہ سے انہیں ناپسند کرتے ہو تو بھی یاد رکھو

أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ○

کہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے بہت برکت پیدا کر دے۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ ۙ وَآتَيْتُمْ

اگر تم پختہ ارادہ کر لو کہ ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی سے شادی کرو گے　　اور تم نے

دوسری آیت میں مردوں کی ہم جنسی پر سزا دینے کا حکم مذکور ہے۔ یہ سزا ایسی ہونی چاہیئے جس کے نتیجہ میں وہ اس فعل شنیع سے توبہ کر لیں اور ان کی اصلاح ہو جائے۔

تیسری اور چوتھی آیت میں توبہ کی بعض شرائط کا ذکر فرمایا ہے۔ (۱) توبہ اُن لوگوں کی قبول ہوتی ہے جو گناہ کے جلد بعد پشیمان ہو کر توبہ کرتے ہیں (۲) توبہ انکی قبول ہوتی ہے جو غلبۂ نفس سے مغلوب ہو کر بدی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور پھر فوراً صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہاں جو لوگ گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور موت نظر آنے تک بدیوں میں ملوّث رہتے ہیں ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی جس طرح کفر پر مرنے والے کی توبہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

پانچویں آیت میں عورتوں کی اپنی ملکیت کی چیزوں کو چھیننے کی ممانعت فرمائی ہے اور ہر ایسے سلوک سے منع فرمایا ہے جسکے نتیجہ میں ان سے

اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ

پہلی بیوی کو بڑی مقدار میں سونا دیا ہو تو بھی اس سے کچھ واپس لینے کا تمہیں اختیار نہیں -

اَتَأْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ○ وَكَيْفَ

کیا تم یہ مال بہتان لگاتے ہوئے اور کھلے گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے واپس لوگے ۔ اور تم کس طرح

تَأْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ

یہ مال واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ علیحدگی میں اکٹھے ہو چکے ہو اور تمہاری بیویاں نے

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ

تم سے پختہ عہد لیا ہے ۔ ان عورتوں سے شادی نہ کرو جن سے

اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

تمہارے باپ دادوں نے نکاح کیا ہے ہاں جو پہلے گزر چکا وہ نظر انداز ہوگا۔ یقیناً یہ طریق

فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ ع ۳ ۱۸

بڑی بے حیائی کا طریق ہے اور خدا کی ناراضگی کا موجب ہے ۔ اور بہت برا راستہ ہے -

مال واپس لینا مدنظر ہو ۔ عورتوں سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور اگر کوئی معمولی ناپسندیدگی بھی ہو تو اسے برداشت کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور بہتر نتائج کی امید دلائی ہے -

چھٹی اور ساتویں آیت میں مطلقہ بیوی سے مہر واپس لینے کی ممانعت کی گئی ہے خواہ وہ مہر کتنا ہی زیادہ ہو۔ قنطاراً ڈھیر کو بھی کہتے ہیں اور ایک بڑا پیمانہ بھی ہے ۔ مہر کو واپس لینے کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کی خلاف ورزی اور بڑا جرم قرار دیا ہے ۔

آٹھویں آیت میں عربوں کی اس رسم کو حرام ٹھہرایا ہے جو وہ باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیویوں سے شادی کر لیا کرتے تھے سوتیلی ماؤں سے شادی کو وہ لوگ برا نہیں سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے اور اسے نہایت برا فعل قرار دیا ہے -

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت و رسالت و امامت

شیعہ رسالہ معارف اسلام کی وجوہِ انکار کا جائزہ!

الفرقان (ستمبر ۱۹۶۵ء) میں "تین ضروری اقتباسات" کے عنوان سے پہلا اقتباس مکرم عبدالماجد صاحب امجد بی۔ اے ضلع ڈیرہ غازیخاں کا ارسال کردہ ہے۔ یہ اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"مندرجہ ذیل حوالہ "اصول کافی" کا ہے جو شیعوں کے ماہنامہ "نور" کراچی اپریل ۱۹۶۵ء سے لیا گیا ہے:۔

"عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ تبارك وتعالیٰ فقد اتینا اٰل ابراھیم الکتاب و الحکمۃ و اتیناھم مُلکاً عظیماً۔ قال جعل منھم الرسل والانبیاء والائمّۃ فکیف یقرّون فی اٰل ابراھیم وینکرونہٗ فی اٰل محمدٍ۔ قال قلتُ و اتیناھم مُلکاً عظیماً قال الملك العظیمُ ان جعل فیھم ائمّۃً مَن اطاعھُم اَطَاعَ اللّٰہ و مَن عَصَاھُم عصی اللّٰہ فھو الملك العظیم۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیہ فقد اتینا اٰل ابراھیم الخ کے متعلق کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں رسول اور نبی اور امام بنائے۔ پس کیسی عجیب بات ہے کہ آلِ ابراہیم میں تو یہ فضیلت مانتے ہیں اور آلِ محمدؐ میں انکار کرتے ہیں۔ اور اس آیت میں مُلکِ عظیم سے مراد یہ ہے کہ اولادِ ابراہیم میں خدا نے امام بنائے۔ جس نے اُن کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے اُن کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔" (ماہنامہ نور کراچی اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۵۹)

کیا شیعہ صاحبان حضرت امام جعفر صادق کے اس فرمان کے بموجب حضرت ابراہیمؑ کی آل کے حاصل کردہ انعامات کی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں امامت کے ساتھ ساتھ رسالت اور نبوت جیسے انعامات بھی ماننے کو تیار ہیں؟"

شیعہ ماہنامہ معارف اسلام لاہور (مارچ ۱۹۶۶ء) نے اس بیان پر تنقید کی زحمت فرمائی ہے۔ سب سے پہلے فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں:۔

"اوّلاً ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ابی جعفر سے مراد امام محمد باقر علیہ السلام ہیں نہ کہ امام جعفر صادق جیسا کہ احمدی مضمون نگار نے لکھا ہے۔"

جواباً گزارش ہے کہ احمدی مضمون نگار نے یہ حوالہ شیعوں کے رسالہ ماہنامہ نور کراچی سے اقتباس کیا ہے اور شیعہ رسالہ نے متن میں "ابوجعفرؑ" کے باوجود ترجمہ میں "امام جعفر صادقؑ" لکھا ہے۔ ہمارے مضمون نگار کے لئے اقتباس کی وجہ سے امام جعفر صادقؑ

لکھنا ضروری تھا ورنہ شیعہ ایڈیٹر ماہنامہ نور نے گو اقتباس کرتے ہوئے تبدیلی کر دی ہے تاہم ہم معارف اسلام کے نامہ نگار کے ممنون ہیں کہ انہوں نے احمدی نامہ نگار کا نام لیکر اپنے شیعہ رسالہ کی غلطی دور کر دی ہے۔

آیئے اب اصل مضمون پر شیعہ مضمون نگار کی **وجوہاتِ انکار** کا جائزہ لیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا تھا:-

"جعل منهم الانبياء والرسل والائمة فكيف يقرّون في آل ابراهيم وينكرونه في آل محمد"

کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیمؑ میں نبی، رسول اور امام بنائے یہ کیسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا آلِ ابراہیمؑ میں تو اقرار کرتے ہیں مگر آلِ محمدؐ میں ان کا انکار کرتے ہیں؟

معارف اسلام کے فاضل نامہ نگار بخاری صاحب نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے مطالبہ کو "غیر اسلامی مطالبہ" قرار دیکر پانچ وجوہِ انکار تحریر کئے ہیں:-

پہلی وجہِ انکار

مضمون نگار اپنے شیعہ بھائی ایڈیٹر رسالہ نور کراچی کے ترجمہ کے الفاظ "اولاد ابراہیم میں خدا نے امام بنائے" کو "تحریف معنوی" اور "ایک بڑی علمی خیانت" قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"عربی عبارت میں قال جعل منهم الرسل والانبياء والائمة کے الفاظ موجود ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ آلِ ابراہیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول، نبی اور امام بنائے نہ کہ صرف امام۔" (معارف مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲)

ہم جناب مضمون نگار سے اتفاق کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؓ کے قول میں نبی، رسول اور امام سب کا ذکر ہے مگر ہمارے نزدیک اس کا اس بناء پر ہمارے یا حضرت جعفر صادقؓ کے مطالبہ سے انکار کرنا سراسر غیر معقول ہے۔ مطالبہ تو یہی ہے کہ جب یہ نعمتیں آلِ ابراہیمؑ کے لئے مقرر ہو چکی ہیں تو آلِ محمدؐ میں انکو کیوں بند سمجھا جائے۔ کیا فاضل نامہ نگار اس پہلو پر غور فرمائینگے؟

دوسری وجہِ انکار

مضمون نگار صاحب کہتے ہیں کہ "آلِ ابراہیمؑ میں یہ انعام رسالت اور نبوت و امامت کی صورت میں" تھا لیکن آلِ محمدؐ میں یہ انعام "صرف ائمہ کے آنے" کی صورت میں ہوگا۔ آلِ ابراہیمؑ کی دو شاخوں میں "الگ الگ درجات" ہیں انعاماتِ ربانی ہیں۔ مضمون نگار نے اس خود ساختہ غلط توجیہہ کو اپنے انکار کی دوسری وجہ قرار دیا ہے۔

ہماری گزارش ہے کہ دو شاخوں سے آپکی مراد حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں "صرف ائمہ" ہی ہوئے ہیں نبی اور رسول کوئی نہیں ہوا؟ اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے تو آپ در پردہ سید ولد آدم فخرِ کائنات سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے بھی منکر ہیں۔ کیونکہ آپؐ بھی نسلِ اسمٰعیلؑ سے ہیں۔ اگر کہو کہ پہلے تو نسلِ اسمٰعیلؑ میں بھی نبی ہو سکتے تھے مگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ پُر نور کے بعد آپؐ کی آل میں "صرف ائمہ" ہوں گے تو یہ بھی درست نہیں۔ یہی تو وہ بات ہے جس پر جناب امام جعفر صادقؓ تنقید فرما رہے ہیں۔

مضمون نگار" احمدی حضرات" سے دریافت کرتے ہیں کہ :-

"حضرت امام علیہ السلام کے کونسے فقرے کا وہ مفہوم ہے جو وہ شیعوں سے ماننے کا مطالبہ کرتے ہیں"

گویا آپ اب تک یہ بھی نہیں سمجھے۔ جناب عالی! وہ فقرہ جناب امام جعفر صادق رضی کا یہ ہے :-

جعل منھم الرسل والانبیاء والائمۃ فکیف یقرون فی آل ابراھیم وینکرونہ فی آل محمد؟

کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیمؑ کے لئے رسول، نبی اور امام مقرر کئے ہیں یہ کیسے لوگ ہیں کہ ان انعامات کے آل ابراہیمؑ میں ہونے کا تو اقرار کرتے ہیں مگر آلِ محمدؐ میں ان کے ہونے کا انکار کرتے ہیں؟

ہم شیعہ دوستوں سے یہی بات منوانا چاہتے ہیں کہ آلِ محمدؐ میں بھی وہ انعامات جاری ہیں جو آلِ ابراہیمؑ میں جاری رہے ہیں۔ یہی بات حضرت امام جعفر صادق رضی منوانا چاہتے ہیں اب شیعہ دوست بتائیں کہ وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟

ایک خطرناک مغالطہ دہی اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے اہلِ باطل حق کا مقابلہ کبھی بھی دیانتداری، راستگوئی اور سچائی سے نہیں کر سکتے۔ معارف اسلام کے مضمون نگار کی دیانتداری ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی سے آیت قرآنی فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واتیناھم ملکاً عظیماً کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ :-

"جعل منھم الرسل والانبیاء والائمۃ فکیف یقرون فی آل ابراھیم وینکرونہ فی آل محمد؟ قال قلت واتیناھم ملکاً عظیماً قال الملک العظیم ان جعل منھم ائمۃ من اطاعھم اطاع اللہ ومن عصاھم عصی اللہ فھو الملک العظیم۔"

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیمؑ میں سے رسول، نبی اور امام بنائے پس یہ لوگ کیسے ہیں کہ اس روحانی انعام کا آلِ ابراہیمؑ میں تو اقرار کرتے ہیں مگر آلِ محمدؐ میں اس کا انکار کرتے ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ میں نے آیت کے حصہ واتیناھم ملکاً عظیماً کا ذکر کیا تو حضرت امامؑ نے فرمایا کہ ملک عظیم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسے امام بنائے تھے جو اُن کی اطاعت کرتا تھا وہ خدا کا مطیع شمار ہوتا تھا اور جو اُن کی نافرمانی کرتا تھا وہ خدا کا نافرمان قرار پاتا تھا یہ ہے ملک عظیم۔"

معزز قارئین! یہ تو حضرت امامؑ کا صاف اور واضح ارشاد ہے۔ آپ آلِ ابراہیمؑ کی روحانی نعمتوں نبوت، رسالت اور امامت کا ذکر کرتے ہیں اور ان کا اثبات آلِ محمدؐ کے لئے فرما رہے ہیں۔ سائل ملکِ عظیم سے دنیوی بادشاہت کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے حضرت امام رضی اسے بھی روحانی بادشاہت قرار دیتے ہیں اور اس سے آلِ ابراہیمؑ کے وہ ائمہ (لفظ امام کا نبی اور رسول پر بھی اطلاق ہوتا ہے) مراد لیتے ہیں جو واجب الاطاعت تھے اور جن کی اطاعت خدا کی اطاعت اور جن کی نافرمانی خدا کی نافرمانی تھی۔

اس تشریح کے ساتھ حضرت امامؑ ان لوگوں کی عقل پر افسوس کرتے ہیں جو آلِ ابراہیمؑ میں تو یہ نعمتیں مانتے ہیں مگر آلِ محمدؐ میں، سید امیر حسین صاحب بخاری کی طرح، ان کے جاری و ساری ہونے سے منکر ہیں۔

آفتاب نصف النہار کی طرح اس واضح حوالہ کا شیعہ نامہ نگار کیا جواب دیتا ؟ لاچار ہو کر اس نے **مغالطہ دہی** اور **تحریف** کی صورت نکالی اور لکھ دیا کہ :۔

"آلِ ابراہیم میں یہ انعام رسالت اور نبوت و امامت کی صورت میں بیان فرمایا جیسا کہ فقد اٰتینا ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتیناھم ملکاً عظیماً۔ قال الملک العظیم ان جعل منھم الرسل والانبیاء والائمۃ یعنی آلِ ابراہیم میں ملک عظیم سے مراد رسالت، نبوت و امامت لی لیکن آلِ محمدؐ کے ذکر میں فرمایا وفی اٰل محمد قال الملک العظیم ان جعل فیھم ائمۃ یعنی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملک عظیم سے **صرف ائمہ** کا ذکر کر کے ایک واضح اور بیّن فرق بتا دیا کہ حضرت ابراہیم کی نسل یعنی حضرت اسحاق سے رسل اور انبیاء اور ائمہ کا سلسلہ جاری ہوا لیکن آلِ محمدؐ میں بعد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ائمہ کے آنے کی خبر دی۔" (رسالہ معارف اسلام مارچ سنہ ۶۶ء صفحہ ۴۲)

قارئین کرام ذرا تدبر فرمائیں کہ مضمون نگار نے حضرت امامؑ کے فقرہ فکیف یقرّون فی اٰل ابراھیم وینکرونہ فی اٰل محمد" میں سے "فی اٰل محمد" کو کاٹ کر اور اسے اگلے حصہ "قال قلت الخ" کے ساتھ ملا کر لا تقربوا الصلوٰۃ سے عدم فرضیت نماز نکالنے والے کی طرح کیسی بھونڈی مثال پیش کی ہے ؟ سید امیر حسین صاحب کا یہ بیان دو حال سے خالی نہیں (۱) یا تو وہ عربی زبان سے سراسر نابلد ہیں اور انہوں نے محض جہالت سے یہ تحریف کی ہے (۲) اور یا پھر وہ اپنے جاہل قارئین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ہر دو حال میں وہ درحقیقت قابلِ خطاب نہیں ہیں۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ جب وہ اس میدان کے اہل نہیں تو خواہ مخواہ کیوں خراب ہوتے ہیں کسی عربی دان شیعہ عالم کو آگے آنے دیں۔!

تیسری وجہ انکار

نامہ نگار نے لکھا ہے "حضرت امام مبین تو اس انتخاب امامت و **خلافت** پر اظہار تعجب فرما رہے ہیں اور امامت کی اہمیت جتلا رہے ہیں لیکن آپ اصل مقصد سے ہٹ کر منشاء امام کے خلاف ہمیں غلط راہ پر چلانے کی فکر میں ہیں۔" (صفحہ ۴۳)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ ہم نے امامت کی اہمیت کا کہاں انکار کیا ہے اور ہم کب کسی کو غلط راہ پر چلانے کی فکر کر رہے ہیں بات تو صرف اتنی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؒ نبوت، رسالت اور امامت کو آلِ محمدؐ کے لئے جاری قرار دے رہے ہیں اور آپ لوگ انکے اہم حصہ کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں "انتخاب خلافت" کے قصہ کو داخل کرنے کا کہاں موقعہ ہے؟

چوتھی وجہ انکار

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے ربّنا وابعث فیھم رسولاً منھم میں **صرف ایک ہی رسول** کے مبعوث برسالت کئے جانے کی دعا

کی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے نزدیک مضمون نگار کا یہ استدلال قدرے معقول ہے۔ قدرے معقول سے اس جگہ ہماری مراد یہ ہے کہ اس سے بظاہر آن کے مدعو کو کھانے کا امکان ہے ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ عدمِ ذکر سے عدمِ شئ لازم نہیں آتا۔ آیت میں لفظ رَسُوْلًا نکرہ ہے اس لئے اس کو لازمی طور پر ایک میں حصر کرنا کیونکر درست ہوگا؟ ہاں اگر نکرہ کو تفخیمِ شان کے طور پر مستعمل قرار دیا جائے تو معنے ہوں گے کہ اے خدا! نسلِ اسمٰعیل میں ایک نہایت عظیم الشان رسول مبعوث فرما۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں آئندہ تابع اور امتی نبی کے مبعوث ہونے کی ممانعت نہ ہوگی بلکہ عظیم الشان یعنی **نبیوں کا شہنشاہ** ہونے کے لحاظ سے اس کے ماتحت امتی نبیوں کا آنا لازمی ہوگا۔

پانچویں وجہِ انکار

مضمون نگار نے خطبۂ الہامیہ وغیرہ کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت پیش کی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے بعد **"نبوت بنی اسمٰعیل میں منتقل ہوگئی"** (معارف اسلام صـ۲۴) اور مضمون نگار نے سوال کیا ہے کہ حضرت میرزا صاحب کیونکر نبی ہوسکتے ہیں جبکہ وہ الہامی طور پر اسرائیلی النسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟

جواباً پہلی گذارش یہ ہے کہ آپ پہلے آلِ محمدؐ میں نبوت کے جاری ہونے کا اقرار کریں جو اصل موضوعِ بحث ہے اور پھر یہ سوال فرمائیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضؓ کو تو یہ تعجب ہو رہا ہے کہ یہ لوگ آلِ ابراہیمؑ میں تو نبوت، رسالت اور امامت کو مانتے ہیں مگر آلِ محمدؐ میں نہیں مانتے؟ پہلے اس تعجب کو دور کریں اور آلِ محمدؐ میں ان انعامات کو جاری مانیں۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے بعد نبوت بنی اسمٰعیل میں منتقل ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بطور سید الانبیاء اور خاتم النبیین مبعوث فرمایا اور اس طرح بنی اسمٰعیل کا پلڑا بھاری کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کس نسل کو انعاماتِ ابراہیمی کا وارث سمجھا جائے گا۔ پہلے تو قومی نبی آیا کرتے تھے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو سب قوموں اور سب زمانوں کے پیغمبر ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی قوم یا معین نسل سے سلسلۂ نبوت کو مخصوص کرنا بعثتِ ختم المرسلین کی علتِ غائی کے منافی ہے۔ آپؐ کے بعد تو جملہ انعاماتِ آلِ محمدؐ یعنی رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں سے مخصوص ہیں۔ **اب اسرائیلی اور اسمٰعیلی کی تمیز اُٹھ گئی ہے۔ ہر پارسا انسان آلِ محمدؐ میں شامل ہے۔ اور آلِ محمدؐ اُن تمام انعامات کی وارث ہے جو آلِ ابراہیمؑ کو ملتے رہے ہیں۔ اسلئے حضرت میرزا صاحبؑ کی اُمتی نبوت میں کوئی روک نہیں** ہے۔ یوں بھی اگر ایک لحاظ سے آپؑ

اسرائیلی النسل ہیں تو آپؑ کی بعض دادیاں اور نانیاں سادات میں سے بھی ہیں۔ گویا آپؑ اسحاق اور اسمٰعیل کے لحاظ سے مجمع البحرین ہیں۔ لہٰذا آپؑ کی نبوت میں کوئی روک نہیں۔

خلاصۂ کلام | خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا استدلال ایسا قوی ہے کہ شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ اور یہ استدلال خاتم النبیین کی نہایت خوبصورت تشریح ہے کہ پہلے روحانی انعامات نبوت، رسالت اور امامت آلِ ابراہیم کو ملتے تھے اور اب یہ سب انعامات آلِ محمدؐ کے لئے مخصوص ہیں۔ گویا اب سب دروازے بند ہیں صرف فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے۔ جس کو بھی روحانی انعام ملے گا وہ فیضانِ محمدیؐ سے ملے گا۔ گویا نعمت بند نہیں ہوئی صرف اس کے حصول کا طریق بدل گیا ہے۔ اب سب نعمتیں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملیں گی اور یہی خاتمیتِ محمدیہ کا حقیقی مفہوم ہے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٭

اشاعت فنڈ

---

(۱) مکرم چودھری ڈاکٹر خلیل احمد صاحب امریکہ نے الفرقان کی اعانت فنڈ میں پچاس روپے ارسال فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ خیراً۔ احباب ان کے لئے دعا فرماویں۔

(۲) محترم مولوی عبدالحکیم صاحب جوزا مرفاضل مربی سلسلہ احمدیہ ملتان کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے مولود کا نام عبدالرحمٰن فاتح تجویز فرمایا ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے اعانت الفرقان میں چھ روپے ارسال فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزا بخشے۔ آمین

(۳) اخویم مولوی محمدالدین صاحب شاہد مولوی فاضل مربی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے فیکٹری ایریا ربوہ میں مکان بنانے کی توفیق بخشی ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے چھ روپے بھیج کر ایک غیر احمدی دوست کے نام رسالہ جاری کرایا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

(مینجر الفرقان)

ایک ایمان افروز اور ولولہ انگیز بیان حقیقت

حضرت مولوی حسن علی صاحب مرحوم مونگھیریؒ کی قبولِ احمدیت کی داستان

[حضرت مولوی حسن علی صاحب مونگھیریؒ دنیائے اسلام میں ایک معروف مبلغِ اسلام تھے۔ فصیح البیان اور بہترین مقرر تھے۔ انہوں نے تبلیغِ اسلام کے لئے دُور دراز علاقوں میں سفر کئے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اُن پر صداقتِ احمدیت کو واضح فرمایا اور انہوں نے احمدیت کو قبول کر لیا۔ یہ قبولِ احمدیت کی کہانی انہوں نے **تائیدِ حق** نامی ایک رسالہ میں شائع فرمائی ہے۔ ذیل میں حضرت مولوی صاحب مرحومؒ کے اپنے الفاظ میں ان کے تفصیلی بیان کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے پڑھنے سے بہت سے دوستوں کو ازدیادِ ایمان نصیب ہوگا۔　(ایڈیٹر)]

(ا)

جب مَیں لاہور کے انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کو گیا تھا تو اسی انجمن کے نفع کے لئے مَیں نے دو ماہ کے واسطے پنجاب کے چند شہروں کا مثلاً امرتسر، ملتان، گوجرانوالہ، سیالکوٹ وغیرہ کا دَورہ کیا۔ مجھ پر یہ بات کُھل گئی کہ سارے ہندوستان میں مذہبی لحاظ سے اگر کوئی زرخیز زمین ہے تو پنجاب ہے۔ عجب جوشیلا ملک ہے۔ مَیں نے اپنے لاہور کے دوستوں سے پکار کر کہہ دیا کہ پنجاب کی خبر لو۔ اگر سدھرا اور اسلام پر قائم رہا تو پنجاب سارے ہند کا سرتاج ہوگا ورنہ اگر بگڑا تو سارے ہند میں کسی جگہ کے مسلمان ایسے نہ بگڑے ہوں گے جیسے پنجابی۔ حالت یہ ہے کہ سب کچھ ہونا بھی بہت جلد ہی ہے۔ پنجاب کی فطرت ریل گاڑی کی طرح تیز ہے۔ لوگوں نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب کوئی نوجوان نہایت ذہین اور جوشیلا ہوتا ہے تو سب ہی کہنے لگتے ہیں کہ خدا خیر کرے اگر یہ شخص سنبھل گیا تو ولی ہوگا ورنہ شیطان۔ جو بات ایک شخص کے لئے ہے وہی ایک قوم اور ملک کے لئے بھی ہے۔ اگر اس ملک اور قوم میں اس قسم کے آدمی کثرت سے بھی ہوں۔ مَیں نے دیکھا کہ عیسائیوں نے اپنا پورا زور یہیں صرف کیا ہے ان کو کسی قدر کامیابی بھی ہوئی ہے۔ آریہ سماج کا اکھاڑہ یہیں جما ہوا ہے۔ برہمو سماج والوں کا زور شور یہیں پایا۔ حضرات نیچری صاحبوں کو روز بروز بڑھتے ہوئے یہیں دیکھا۔ جناب سید احمد خان صاحب نے اپنے عقیدت مندوں کو پنجاب میں کثرت سے دیکھ کر پنجاب کا نام زندہ دل

پنجاب رکھا۔ غرض جس طرح اگلے زمانے میں ہندوستان کے فتح کرنے والے پنجاب ہی سے فتح کی کاروائی شروع کرتے تھے اسی طرح دین اسلام کے دشمنوں نے بھی اس پنجاب میں پورا زور صرف کرنا شروع کیا ہے۔

جب میں امرتسر گیا تو ایک بزرگ کا نام سُنا جو مرزا غلام احمد کہلاتے ہیں ضلع گورداسپور کے گاؤں قادیان نامی میں رہتے ہیں اور عیسائیوں برہمو اور آریہ سماج والوں سے خوب مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے ایک کتاب براہین احمدیہ نام بنائی ہے جس کا بڑا شہرہ ہے۔ ان کا بہت بڑا دعویٰ یہ ہے کہ ان کو الہام ہوتا ہے۔ مجھ کو یہ دعویٰ معلوم کرکے تعجب نہ ہوا۔ گو میں ابھی تک اس الہام سے محروم ہوں جو نبی کے بعد محدث کو ہوتا رہا ہے لیکن میں اس بات کو بہت ہی عجیب نہیں سمجھتا تھا۔ مجھ کو معلوم تھا کہ علاوہ نبی کے بہت سے بندگانِ خدا ایسے گزرے ہیں جو شرفِ مکالمۂ الٰہی سے ممتاز ہوا کئے ہیں۔ غرض میرے دل میں جناب مرزا **غلام احمد** صاحب سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ امرتسر کے دو ایک دوست میرے ساتھ چلنے کو مستعد ہوئے۔ ریل پر سوار ہوا بٹالہ پہنچا۔ ایک دن بٹالہ میں رہا، پھر بٹالہ سے یکے کی سواری ملتی ہے اس پر سوار ہو کر قادیان پہنچا۔ مرزا صاحب مجھ سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ جناب مرزا صاحب کے مکان پر میرا وعظ ہوا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے کچھ چندہ بھی ہوا۔ میرے ساتھ جو صاحب تشریف لے گئے تھے وہ مرزا صاحب کے دعویٰ الہام کی وجہ سے سخت مخالف تھے اور مرزا صاحب کو فریبی اور مکار سمجھتے تھے۔ لیکن مرزا صاحب سے مل کر اُن کے سارے خیالات بدل گئے اور میرے سامنے انہوں نے جناب مرزا صاحب سے اپنی سابق کی بدگمانی کے لئے معذرت کی۔ مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گزرا۔ ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بُری عادت تھی۔ امرتسر میں تو مجھے پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھ کو کہیں پان نہ ملا۔ ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔ میرے امرتسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اِس بُری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے دن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا۔ مرزا صاحب نے مجھ کو الگزنڈر ویب صاحب کا خط دکھایا۔ میں نے اس انگریزی خط کو پڑھا۔ اس خط میں ویب صاحب نے اپنی تحقیقاتِ دینی کے جوش کو ظاہر کیا تھا اور لکھا تھا کہ "میں نے ترکِ حیوانات کر دیا ہے"۔ میں نے مرزا صاحب سے کچھ دینی باتیں پوچھی تھیں۔ قادیان کے رہنے والوں سے بھی ملا۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے ایک سخت مخالف سے ملا جو غالباً اُن کے چچا تھے یا کون۔ میں نے بوڑھے میاں سے سوال کیا کہ آپ مرزا صاحب کو کیسا سمجھتے ہیں تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہم اس کے دعویٰ الہام کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ لیکن ایک بات ضرور کہیں گے کہ یہ لڑکا

(یعنی جناب مرزا صاحب) شروع سے ہی نیک چلن تھا اور کتابوں کے پڑھنے کا اس کو بہت شوق تھا اور عبادت الٰہی کا اس کو بچپن ہی سے ذوق تھا۔ غرض میں مرزا صاحب سے رخصت ہوا۔ چلتے وقت انہوں نے اس کمترین کو براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ کی ایک ایک جلد عنایت کی۔ انہیں میں نے پڑھا۔ ان کے پڑھنے سے مجھ کو معلوم ہوا کہ جناب مرزا صاحب بہت بڑے رتبے کے مصنف ہیں۔ خاص کر براہین احمدیہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر دیکھ کر مجھ کو کمال درجہ کی حیرت مرزا صاحب کی ذہانت پر ہوئی۔ الہامات جو میں نے براہین احمدیہ میں دیکھے ان پر مجھ کو یقین نہ ہوا لیکن چونکہ میں مرزا صاحب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور میرے دل میں کسی وقت یہ خیال نہیں آیا کہ معاذ اللہ مرزا صاحب نے لوگوں کو دھوکا دینا چاہا ہے بلکہ خیال بد آیا اگر تو یہ آیا کہ خود حضرت مرزا صاحب کو دھوکا ہو گیا ہے لیکن چونکہ (جیسا کہ میں سابق میں بیان کر چکا ہوں) میرے خیال میں اس صدی کے مجدد کا ایک نقشہ تھا اور اس نقشے کے مطابق مرزا صاحب میں کئی باتیں نہیں پاتا تھا اسلئے میرا خیال یہ نہیں ہوا کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔

(۲)

جب میں مدراس گیا ہوا تھا تو میرے مکرم دوست جناب عبد الرحمٰن ابن حاجی اللہ رکھا سیٹھ صاحب جن کو اردو کی جدید کتابوں کے پڑھنے اور اخباروں کے دیکھنے کا شوق ہے مجھ سے کہنے لگے کہ کیا تم نے سنا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان نے ایک عجیب دعویٰ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "حضرت رسول اکرم صلعم نے جس مسیح کے آخر زمانے میں مسلمانوں کی تائید کے لئے آنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ مسیح ابن مریم میں ہوں۔" اس دعوے کے سبب علمائے ہند کے درمیان بڑی شورش مچ گئی ہے اور مرزا صاحب کی تکفیر کی جا رہی ہے۔ اس خبر کو سن کر میں نے اپنے مہربان دوست سے کہا میں مرزا صاحب سے مل آیا ہوں وہ مکار و فریبی آدمی نہیں ان کو خود دھوکا ہو گیا ہوگا۔ پھر میں نے کہا عشق الٰہی کی راہ میں بہت سے ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ بعض اولیاء انا الحق کا نعرہ مارنے لگے ہیں۔ علماء ناحق ان کی تکفیر کرتے ہیں۔

۱۸۹۳ء میں انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پر میں اس عالم و مفسر قرآن سے ملا جو اپنی نظیر اس وقت سارے ہند کیا بلکہ دور دور تک نہیں رکھتا یعنی مولوی حکیم **نور الدین** صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں ۱۸۸۷ء کے سفر پنجاب میں بھی حکیم صاحب ممدوح کی بڑی تعریفیں سن چکا تھا۔ غرض حکیم صاحب نے انجمن کے جلسے میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کر کے ان کے معنے و مطالب کو بیان کرنا شروع کیا۔ کیا کہوں اس بیان کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ حکیم صاحب کا وعظ ختم ہوا اور میں نے کھڑے ہو کر اتنا کہا کہ مجھ کو فخر ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنے بڑے عالم اور مفسر کو دیکھا۔ اور اہل اسلام کو چاہئے فخر ہے کہ ہمارے درمیان میں اس زمانے میں ایک ایسا عالم موجود ہے۔

جب رات کو مَیں اپنے قیام گاہ پر آیا وہاں ایک نامی لیکچرار صاحب بھی قیام پذیر تھے۔ ان کی ملاقات کو بہت سے حضرات جمع تھے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ موافقین اس جلسے میں بہت کم تھے زیادہ مخالفین ہی تھے۔ مخالفین نے بہت سے الزامات حضرت مرزا صاحب کے بارے میں باتیں کئے مگر مَیں چُپ چاپ سُنتا رہا۔ جب رات کو نماز کے لئے اُٹھا مَیں نے دعا کی کہ خداوندا مجھ کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ کیا ہے۔ اس میں آنکھ لگ گئی تو مَیں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور مجھ سے سوال کیا "کیا تم جناب مرزا غلام احمد کے بارہ میں پوچھتے ہو" مَیں نے کہا "ہاں"۔ تو انہوں نے کہا "ایک توے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی"۔ اتنا سُننا تھا کہ میری نیند کھُل گئی۔ صبح کو مَیں نے احباب سے تذکرہ کیا اور خواب کا حال سُنایا۔ مجھ کو اس خواب کی تعبیریں بتائی گئیں۔ کسی نے کہا تمہاری روح کی بناوٹ اور جناب مرزا صاحب کی روح کی بناوٹ ایک ہی طرح کی ہے صرف درجے کا فرق ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اور مخالفین مرزا صاحب دونوں مسلمان ہیں لوگ ناحق تکفیر کر رہے ہیں۔ روٹی سے مراد مسلمان ہوتا ہے چھوٹا اور موٹا ہونا صرف فرقِ مراتب کا بتانا منظور ہے۔ ایک تعبیر یہ بتائی گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مثیل عیسیٰ دونوں ایک ہی ڈھنگ کے ہیں گویا ایک توے کی روٹی ہیں۔ یعنی مرزا صاحب کا دعویٰ سچا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میری خواہش تھی کہ جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب سے ملاقات کرتا لیکن مولوی صاحب ازراہِ کرم خود ہی خاکسار سے ملنے آئے۔ مَیں نے ان سے تنہائی میں سوال کیا کہ مرزا صاحب سے جو آپ نے بیعت کی ہے اس میں کیا نفع دیکھا ہے۔ جواب دیا کہ ایک گناہ تھا جس کو مَیں ترک نہیں کر سکتا تھا جناب مرزا صاحب سے بیعت کر لینے کے بعد وہ گناہ نہ صرف چھوٹ ہی گیا بلکہ اس سے نفرت ہو گئی۔ جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب کی اس بات کا مجھ پر ایک خاص اثر ہوا۔ حکیم صاحب مجھ سے فرماتے رہے کہ قادیان چل لیکن مَیں نہ گیا۔

(۳)

جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب اگر جناب مرزا غلام احمد صاحب کی کرامات اور پیشگوئیوں کا ذکر کرتے تو مجھ نالائق پر کچھ اثر نہ ہوتا لیکن بات انہوں نے کہی ایسی کہ کھٹ سے دل میں لگی۔

اے ناظرین مَیں اسوقت اپنے ایک دردِ نہانی کا بیان کیا چاہتا ہوں۔ اگر آپ میں سے کسی کا دل بنی آدم کی غمخواری کے لئے بنایا گیا ہے تو میری مغموم حالت کو سُن کر مجھ پر رحم کیجئے گا۔

اے حضرات یہ سچ ہے کہ اس کمترین پر اللہ نے اپنی بڑی وسیع رحمت ظاہر کی ہے۔ مَیں نیست تھا مجھ کو ہستی کا لباس پہنایا ہے۔ مَیں گمراہ تھا مجھ کو راہ دکھائی ہے۔ مَیں یتیم تھا میری تعلیم و پرورش کا عجیب و غریب بندوبست کیا ہے۔ مَیں نہایت غریب تھا مجھ کو خوشحالی اور تونگری عنایت کی ہے۔ مَیں کم علم تھا مجھ کو اپنے پاس سے علم دیا ہے۔ مَیں گنہگار تھا لیکن مجھ سے واعظ کا کام لیا اور میرے

کلام میں تاثیر بخشی ہے۔ باوجود نہایت ہی کم لیاقت ہونے کے صاحبِ تصنیف بنایا ہے۔ غرض یہ ممکن نہیں کہ علاوہ ان تمام عنایتوں کے جو سب مسلمانوں میں اور مجھ میں مشترک ہیں ان خاص عنایتوں کو شمار کر سکوں جو اللہ جلّ شانہٗ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ نالائق پر ظاہر فرمائی ہیں لیکن جب میں ان عنایتوں کے مقابلے میں ان گناہوں کو خیال کرتا ہوں جو میں نے ایسے رحمٰن و رحیم خدا کے خلافِ مرضی کئے ہیں تو کیسی سخت نفرت مجھ کو اپنے وجود سے آپ ہوتی ہے! اے حضرات میں معصوم بے گناہ نہیں بلکہ حیرت تو یہی ہے کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ نے کام تو مجھ سے ولیوں کا لیا ہے لیکن میں ایسا ہوں کہ شیطان کو بھی مجھ سے شرمندہ ہونا چاہیئے۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اگر کسی جلسے میں جہاں ہزار یا سو مسلمان جمع ہوں میں بجائے وعظ کہنے کے اپنے گناہوں کو کھول کھول کر بیان کر دوں تو مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامعین میں سے ایک شخص بھی شدتِ نفرت سے وہاں بیٹھا نہ رہے گا۔ تعجب ہے کہ اس ستار و غفار نے کل چھپے ہوئے گناہوں کے جاننے کے باوجود ابھی تک مجھکو زندہ رکھا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بعض اوقات جب میں اپنے گناہوں کو خیال کرتا ہوں تو خوف ہوتا ہے کہ شاید میں قطعی جہنمی ہوں۔ میری ظاہری قدوسیت ایک قسم کی مکاری و ریاکاری ہے۔ افسوس! مجھ سے ابھی تک کوئی نیکی بھی نہ ہو سکی۔ جب میں نے کوئی کارِ خیر کیا ہے تو اس کے ساتھ ہی شیطان ملعون کی صلاح اور مشورہ سے ایک گناہ بھی ایسا کر لیا ہے کہ اس نے ضرور اس نیکی کو غارت کر دیا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ آج میں مر جاؤں تو بجز رحمتِ الٰہی کے جہنم سے بچانے والی ایک نیکی بھی میرے پاس نہیں ہے۔ اے حضرات جب میں اپنی باطنی پلیدی کو خیال کرتا ہوں تو بعض اوقات ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ اگر خودکشی گناہ نہ ہوتا تو مر جانا مجھ کو اچھا معلوم ہوتا۔ مجھ کو سینکڑوں نے ولی کامل سمجھا اور اللہ نے انکو اپنے خیال کے مطابق فائدہ بھی پہنچا دیا لیکن افسوس کہ وہ بڑے دھوکے میں رہے۔ میں ولی کامل تو نہیں شیطان کامل تو البتہ تھا۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے نہایت سچ فرمایا ہے کہ اخیر زمانے میں واعظین بدترین خلائق سے ہونگے۔ وہ قرآن تلاوت کرینگے لیکن قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اُترےگا۔ میں حقیقت میں بدترین خلائق تھا۔ وعظ و پند میری زبان پر تھا میرا عمل ٹھیک اسکے برخلاف تھا۔ جب میں وعظ بیان کرتا تھا تو اکثر مجھ کو معلوم ہوتا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ او کمبخت ان باتوں کے کہنے میں تجھے شرم نہیں آتی کیا تو اس قابل ہے کہ لوگوں کو ہدایت کرے۔ واللہ ان ہی تکلیفوں کی وجہ سے کئی بار میرا خیال ہوا کہ میں واعظ کا کام چھوڑ دوں اور کسی اور دھندے میں لگ جاؤں۔ خدا کا اتنا ہی شکر ہے کہ گو میں گناہوں کی سخت تاریکی میں ڈوب گیا تھا لیکن نیک، مخلص، بے ریا خدا کا سچا بندہ بننے کی خواہش دل میں مُردہ نہیں ہوئی تھی۔ دل میں اکثر یہ خیال ہوتا تھا کہ خداوندا کوئی ایسا ولی کامل مجھ کو مل جاتا جس کی باطنی توجہ سے مجھ مُردے میں جان آجاتی میں پورا مسلمان ہو جاتا۔ اللہ پاک نے میری اس دعا کو بھی محض اپنے فضل و کرم سے قبول کیا ہے اور مجھکو اس بزرگ کے پاس پہنچایا ہے جو واللہ مُردے کو زندہ کرتے

اور فی الواقع مسیحا کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جلایا ہوا مُردہ تو مرجایا کرتا تھا لیکن جس شیخ کامل سے مجھ کو ملاقات ہوئی ہے ان کا جلایا ہوا کبھی نہیں مرتا ہے۔ مَیں انجمن حمایت اسلام مدراس کے سالانہ جلسے میں شریک ہونے کیلئے بحسب دعوت انجمن جا رہا تھا کہ بمبئی میں جناب عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا سیٹھ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جلسہ انجمن ایک ماہ کیلئے ملتوی رکھا گیا ہے۔ جناب سیٹھ صاحب نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مَیں انکے ساتھ ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیر کروں اور انکے ساتھ قادیان شریف بھی جاؤں۔ جناب عبدالرحمٰن سیٹھ صاحب کا ارادہ تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے بیعت کریں۔ پہلے تو مَیں نے حیلہ حوالہ کرکے اس سفر کی تکلیف سے بچنا چاہا لیکن سیٹھ صاحب نے مجھ کو خوب مضبوط پکڑا۔ سیٹھ صاحب کو مجھ سے حسن ظن تھا وہ مجھ سے فرمانے لگے کہ چل کر دیکھو کہ مرزا صاحب صادق ہیں یا کاذب۔ مَیں نے کہا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل مجھ پر کیا ہے کہ مَیں چہرہ دیکھ کر آدمی کی باطنی کیفیت سے آگاہ ہو جاتا ہوں۔ انسان سے سب کچھ ممکن ہے۔ نیک بد ہو جاتا ہے بد نیک ہو جاتا ہے اگر مرزا صاحب وہ نہیں ہیں جو میں نے ۱۸۸۲ء میں دیکھا تھا اور اگر ان میں دنیاداری مکاری آگئی ہے تو مَیں چہرہ دیکھ کر کہہ دونگا۔ سیٹھ صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو مَیں تجھکو ساتھ لیجانا چاہتا ہوں۔ غرض مَیں عبدالرحمٰن سیٹھ صاحب کے ساتھ قادیان شریف روانہ ہوا۔ راہ میں بمقام علیگڑھ کانفرنس کا تماشا دیکھتا اور امرتسر ہوتا ہوا قادیان شریف پہنچا۔ ہاں امرتسر میں مَیں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک پلنگ خاص جناب مرزا صاحب کا ہے۔ حضرت مرزا صاحب مجھ سے فرماتے ہیں کہ اس پلنگ پر جا کر لیٹ رہو۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں یہ گستاخی کیونکر کروں کہ حضور کے بستر پر لیٹوں۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ نہیں جی کوئی مضائقہ نہیں تکلیف کیوں کرتے ہو۔ غرض تاریخ ۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو قادیان پہنچا۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان نے حسب دستور ہم سے ملاقات فرمائی۔ میرے اور سیٹھ صاحب کے قیامگاہ کا بندوبست کیا اور نہایت محبت و اخلاق سے باتیں کیں۔ اس پہلی ملاقات ہی میں نگاہ دوچار ہوتے ہی ہمارے پیارے دوست جناب عبدالرحمٰن سیٹھ صاحب تو اس امام الوقت کے ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ مجھ سے سیٹھ صاحب نے پوچھا کہو جناب مرزا صاحب کو کیسا پاتے ہو۔ مَیں کیا جواب دیتا میرے تو ہوش دنگ ہو گئے تھے۔ ۱۸۸۲ء میں جب مرزا صاحب کو دیکھا تھا وہ نہ تھے۔ آواز و نقشہ تو وہی تھا لیکن کُل بات ہی بدلی ہوئی تھی۔ اللہ اللہ سر سے پاؤں تک ایک نور کے پتلے نظر آتے تھے۔ جو لوگ مخلص ہوتے ہیں اور اخیر رات کو اُٹھ کر اللہ کی جناب میں رویا دھویا کرتے ہیں انکے چہروں کو بھی اللہ اپنے نور سے رنگ دیتا ہے اور جن کو کچھ بھی بصیرت ہے وہ اس نور کو دیکھ لیتے ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب کو تو اللہ نے سر سے پاؤں تک **محبوبیت کا لباس** اپنے ہاتھوں سے پہنایا تھا۔ تیرہ دن قادیان شریف میں رہا۔ دونوں وقت اس امام ربانی محبوب سبحانی سے ملاقات رہی۔ یہ زمانہ میری عمر کا بہت ہی عمدہ زمانہ تھا۔ حضرت کی بے مثل تصانیف کے دیکھنے کا مجھ کو یہاں اچھا موقع ملا۔ آئینہ کمالات اسلام، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، شہادت القرآن، برکات الدعا وغیرہ کتابوں کو تھوڑا تھوڑا دیکھا۔ عبدالرحمٰن سیٹھ صاحب نے مہربانی فرما کر ایک ایک جلد حضرت کی تصانیف کی میرے دیکھنے کے لئے خرید فرمائی۔ سیٹھ صاحب کی یہ عمدہ یادگار ابھی تک میرے پاس موجود ہے اور مَیں نے اس سے بہت بڑا نفع اٹھایا +

شذرات

۱۔ ایک تلخ حقیقت

جناب مودودی صاحب کا رسالہ ترجمان القرآن لاہور لکھتا ہے :-

"یہ حقیقت گو بڑی تلخ ہے لیکن اس سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ہمارے ہاں اسلامی تعلیمات پر سے یقین اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ دل و دماغ سے اس کی عظیم صداقت اور غیر معمولی عظمت کے نقوش آہستہ آہستہ مٹ رہے ہیں۔"

(ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۶)

الفرقان ۔ اس "تلخ حقیقت" کے ساتھ ساتھ ایک اور حقیقت بقول مدیر چٹان (لاہور) یہ بھی ہے کہ :-

"حقیقت یہ ہے کہ مذہب کے خلاف خود مسلمان معاشرے میں جو ردِ عمل ہو چکا ہے اس کی بڑی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اصطلاحاً مذہبی پیشوا کہلاتے ہیں۔" (چٹان ۲ مئی ۱۹۶۶ء)

کیا اب اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا جائیگا کہ جب بات یہاں تک پہنچ چکی ہے تو اس خرابی کا علاج آسمانی مصلح کے ہاتھوں ہی ہو سکتا ہے ؟

۲۔ امتِ موسوی میں غیر تشریعی انبیاء

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور لکھتا ہے :-

"یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء بھی آئے ہیں وہ سب توراۃ کے پیرو تھے اور ان میں سے کوئی بھی نئی شریعت نہ لایا تھا جو توراۃ کے قانون کی ناسخ ہوتی۔"

(ترجمان القرآن لاہور جولائی ۱۹۶۲ء صفحہ ۱)

الفرقان ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں عوام تو عوام علماء تک کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لئے شریعت لانا ضروری ہوتا ہے اور چونکہ حضرت مرزا صاحب نئی شریعت نہیں لائے اس لئے ان پر لفظ نبی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مندرجہ بالا اقتباس میں واضح طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ امتِ موسوی میں بکثرت غیر تشریعی انبیاء آئے اور وہ سب توراۃ کی شریعت کے تابع تھے۔ گویا صحیح عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) وہ جو شریعت جدیدہ لاتے ہیں (۲) وہ جو نئی شریعت نہیں لاتے بلکہ پہلی شریعت کے ہی تابع ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے بعد نئی شریعت

لانے والے نبی کے آنے کا کوئی سوال نہیں۔ البتہ قرآن پاک کے تابع نبی آسکتے ہیں جس طرح تورات کے ماتحت انبیاء بنی اسرائیل میں آتے رہے۔

۳۔ شیعہ صاحبان کی حالت پر ماتم

شیعہ ماہنامہ المبلغ سرگودھا رقمطراز ہے :-

"لیکن آج ہمیں تحریر کرتے ہوئے یہ شرم محسوس ہو رہی ہے کہ موجودہ دَور میں ہم اپنے وظیفے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ شہادتِ عظمیٰ کے عظیم مقصد سے ہم نے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ عمل سے ہم بے بہرہ ہیں۔ اخلاقِ اسلامی سے ہم کوسوں دُور چلے گئے ہیں۔ قومی اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ حصولِ جاہ اور طلبِ اقتدار نے ہمیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے۔ بدعادات ہم میں پھیل رہی ہیں۔ اعتقاداتِ صحیحہ سے اکثر افرادِ قوم نابلد ہو چکے ہیں۔ اندازِ تبلیغ نا برا نقطۂ نظر سے ہو رہا ہے۔ نشر و اشاعتِ مذہب کا ذریعہ ہمارے پاس نہیں رہا۔ پوری قوم گروہی اختلافات کا شکار ہو چکی ہے۔ حسینیت کی نشر و اشاعت کا جو سب سے عظیم ذریعہ تھا وہ جُہال کے تسلط میں ہے۔ غرضیکہ اب ہمارے ہاں کوئی ایسا امتیازی کردار نہیں رہا جس کو ہم فخریہ طور پر پیش کر سکیں۔"

(ماہنامہ المبلغ سرگودھا اپریل مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۶)

الفرقان - جب حالات یہاں تک بگڑ چکے ہیں تو کیا شیعہ بھائیوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اس حالت کے علاج کے لئے کسی آسمانی مصلح کا آنا لازمی ہے۔ نیز جب "اعتقاداتِ صحیحہ" سے افرادِ قوم نابلد ہو چکے ہیں تو پھر بھی اپنے ہی عقائد پر اصرار کرنا کہاں تک روا ہے؟

۴۔ شیعوں کی اصلاح کیوں نہیں ہوتی؟

فاضل مدیر المبلغ سرگودھا لکھتے ہیں :-

"مالیخولیا کے مریض تو بالعموم اسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے تئیں مریض خیال نہیں کرتے۔ ہمارے شیعوں کو بھی بالعموم یہ مالیخولیا ہے کہ وہ تمام دینی و دنیوی ضروریات کے عالم ہیں اور یہ باور ہی نہیں کرتے کہ ان میں کوئی خامی ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔ ان کا یہ عام مقولہ ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ اہلِ انصاف بتائیں کہ ایسے حالات میں اصلاحِ احوال کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟"

(المبلغ سرگودھا اپریل مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۷)

الفرقان - معلوم ہوتا ہے کہ اسی انانیت اور کبر کی وجہ سے اس قوم کی اصلاح محال ہو رہی ہے۔

شیعہ صاحبان اس خطرناک مرض سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ کہ جب تک لوگ خود آمادۂ اصلاح نہ ہوں ان کی حالت بدلا نہیں کرتی۔

۵۔ شاہ فیصل کی دعوت اور علماء

ایڈیٹر صاحب المنبر لائلپور لکھتے ہیں :-

"وہ (شاہ فیصل) اس وقت یہ دعوت لیکر آئے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی بنیاد پر اور کتاب و سنت کی اتباع کے عہد و پیمان پر باہم متحد ہو جانا چاہیئے۔"

(المنبر ۲۲ر اپریل ۱۹۶۶ء)

الفرقان۔ سوال یہ ہے کہ کیا علماء اس دعوت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں؟ کیا وہ ہر اس جماعت یا فرد کو مسلمان ماننے کے لئے تیار ہیں جو کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے قائل ہوں اور کتاب و سنت کی اتباع کر رہے ہوں؟

۶۔ مسلمان حکومتیں اسلام پر خرچ نہیں کرتیں

لکھنؤ سے نکلنے والا سُنّی ماہنامہ الفرقان لکھتا ہے :-

"افسوس ہے کہ ایک ایسی فقہی اکیڈمی کے قیام کی تجویز مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس ہائے ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۱ء (منعقدہ کراچی) میں منظور ہوئی تھی لیکن وسائل کے عدم حصول سے یہ تجویز کاغذ ہی پر رہ گئی۔ کیونکہ اگر سب نہیں تو بیشتر اسلامی حکومتیں اور تمام مقاصد میں تو بڑی فیاضی سے خرچ کر سکتی ہیں لیکن نہیں خرچ کر سکتیں تو اسلام کے لئے نہیں خرچ کر سکتیں۔"

(ماہنامہ الفرقان لکھنؤ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۵)

الفرقان۔ علماء اس بات پر غور کریں کہ عوام تو رہے الگ مسلمان حکومتیں بھی اسلام کے نام پر خرچ کرنے سے کیوں گریز کرتی ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں یقین اور ایمان نہیں رہا! پس زندہ ایمان کے پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

۷۔ مودودی صاحب کی اسلامی جماعت کی حیثیت

جناب پرویز صاحب مدیر رسالہ طلوع اسلام لاہور لکھتے ہیں :-

"مودودی صاحب وہی پوزیشن اختیار کرنا چاہتے ہیں جو عیسائیت میں کلیسا (یعنی چرچ) نے اختیار کر رکھی تھی اور جس کی رو سے ہر معاملہ کا آخری فیصلہ پادریوں کے ہاتھ میں تھا۔ چرچ اینڈ اسٹیٹ (کلیسا اور حکومت) کی اس کشمکش نے کیا قیامت برپا کی تھی اس پر یورپ کی تاریخ کے خونی اوراق شاہد ہیں۔

صدیوں کی مسلسل تباہیوں کے بعد وہاں مفاہمت کی شکل یوں پیدا کی گئی کہ حکومت سیکولر ہوگی اور مذہب کا کام چرچ تک محدود رہے گا۔ یعنی مذہب اور سیاست دو الگ الگ شعبے قرار پا گئے۔ جماعت اسلامی اس بدنصیب ملک کو اس مقام پر لے جانا چاہتی ہے جہاں سے یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی کشمکش شروع ہوئی تھی۔ اگر یہ جماعت تقویت پکڑتی گئی تو خطرہ ہے کہ جو کچھ یورپ میں ہوا تھا وہی کچھ یہاں ہو کر رہے گا۔ میں اسے اسلام اور پاکستان دونوں کے لئے **تباہی کا موجب** سمجھتا ہوں۔"

(طلوعِ اسلام لاہور اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۸)

الفرقان۔ یہ حقیقت ہے کہ مودودی صاحب جن متشددانہ غیر اسلامی نظریات کے علمبردار ہیں اُن کا نتیجہ قوم میں انتشار اور ملک میں خونریزی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

۸۔ حضرت مسیحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی "ہجرت"

ماہنامہ میثاق لاہور کے مدیر شہیر لکھتے ہیں:۔

"انبیاء علیہم السلام کے لئے **سُنّت** الٰہی یہ ہے کہ وہ جس قوم کی اصلاح کیلئے بھیجے جاتے ہیں اس کے اندر وہ اس وقت تک قیام کرتے ہیں جب تک ان کے ایمان لانے کی کچھ توقع ہوتی ہے۔ یہ توقع اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب قوم کے لوگ نبی کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں اس وقت نبی بحکم الٰہی **ہجرت** کر جاتا ہے۔ پھر جس طرح روح کی علیحدگی کے بعد جسم کے لئے سڑنے اور گلنے کے سوا کوئی اور شکل باقی نہیں رہ جاتی اسی طرح نبی کی علیحدگی کے بعد اس کے جھٹلانے والوں کے لئے ہزیمت اور ذلت کے سوا کوئی اور راہ باقی نہیں رہ جاتی۔ **نبی** اور اس کے **ساتھی** گندے ماحول سے نکل کر پاکیزہ اور صحت بخش ماحول میں داخل ہو جاتے ہیں جس سے انکی روحانی قوت و صحت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ برعکس اس کے نبی کے دشمن زندگی بخش عناصر سے یک قلم محروم ہو کر پوری تیزی کے ساتھ ہلاکت کی وادی کی طرف چل پڑتے ہیں۔ استاذ امام نے سورہ قردن کی تفسیر میں ہجرت کے ان اثرات و نتائج پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ **سیدنا مسیحؑ کا یہ رفع آسمانی بھی چونکہ ایک نوعیت کی ہجرت** ہی ہے۔ اس وجہ سے جس طرح **تمام رسولوں کو ہجرت** کے بعد فتح و کامرانی کی بشارت ملی اسی طرح آپ کو بھی اس ہجرت کے ساتھ کامیابی

وفتمندی کی جیسا کہ آگے بیان ہے
بشارت ملی" (ماہنامہ میثاق لاہور
اگست ستمبر ۱۹۶۵ء)

الفرقان - جب یہود کے درپئے قتل ہونے پر حضرت مسیح کے لئے ہجرت لازمی تھی تو وہ سنتِ انبیاء کے مطابق زمین پر ہی کیوں نہ ہوئی؟ فاضل مضمون نگار رَافِعُكَ اِلَيَّ میں لفظ اِلیٰ کی وجہ سے اس **ہجرت** کا آسمانوں پر ہونا ضروری سمجھتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ بھی تو کہہ چکے ہیں اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ (عنکبوت ۲۷) کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ اس میں بھی لفظ الیٰ موجود ہے اور ہجرت کا بھی ذکر ہے، تو کیا پھر مان لیا جائیگا کہ حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت بھی آسمانوں پر ہوئی تھی؟

۹۔ ختم نبوت کے پرویزی معنے

جناب مدیر طلوع اسلام لکھتے ہیں:-

"نبوت کے معنی ہیں خدا کی طرف سے وحی کا ملنا۔ وحی[۵۱] وہ علم ہے جو نبی کو خدا کی طرف سے براہ راست ملتا ہے۔ وحی کے علاوہ ہر علم انسان کی اپنی محنت و کاوش، غور و فکر، عقل و بصیرت، تجربہ و مشاہدہ وغیرہ کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن وحی میں ان امور کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ نبی کو خدا کی طرف سے براہ راست ملتی ہے۔ **ختم نبوت کے معنی یہ ہیں** کہ کسی انسان کو اب خدا کی طرف سے ایسا علم نہیں مل سکتا۔ یہ علم قرآن کریم کے اندر آ چکا ہے۔ اس کے بعد اس کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب انسانی علم کے ذرائع دو ہی ہیں۔ قرآن کریم اور عقلِ انسانی" (طلوع اسلام لاہور اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲)

الفرقان - لفظ نبی تو نبأ سے مشتق ہے اور فعیل کے وزن پر ہے۔ جس کے معنے ہوں گے خدا سے بکثرت غیب کی خبریں پانے والا۔ انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں۔ تشریعی، غیر تشریعی۔ پرویز صاحب نے لکھا ہے کہ:-

"قرآن کا ارشاد ہے کہ تورات حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ دونوں کو دی گئی تھی" (معارف القرآن [illegible])

اور قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا (المائدہ: ۴۴) کہ تورات کے مطابق ماتحت انبیاء فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اسلئے یہ تو درست ہے کہ قرآن مجید کے بعد نئی شریعت لانیوالا نبی نہ آئے مگر تابع قرآن انبیاء کے آنے کی ممانعت کیوں ہے؟ ـــــ پرویز صاحب قرآن کے ساتھ **عقل کو تو**

---

۵۱ قرآن مجید کے رو سے لفظ وحی کا اطلاق حواریوں کے الہام، اُمِّ موسیٰ کے الہام، بلکہ شہد کی مکھی کی تعلیم پر بھی ہوا ہے مگر پرویز صاحب لفظ وحی کو نبی سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ (ابوالعطاء)

ماٰخذِ علم مانتے ہیں مگر الہام کو ماٰخذِ علم نہیں مانتے جو خدا کا کلام ہے۔ قرآن کریم کائناتِ عالم کی طرح مرکزِ علوم ہے۔ کائنات کے علوم کے لئے عقل کی ضرورت ہے اسی طرح قرآن مجید کے علوم کے لئے الہام کی بھی ضرورت ہے۔ فرمایا لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔

۱۰۔ اُمتِ مُسلمہ کے عقائد ختم نبوت کے منافی ہیں

جناب پرویز صاحب لکھتے ہیں:-

"جب اسلام دین کی سطح سے گر کر مذہب کی سطح پر آگیا تو ہم میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا کہ مامور من اللہ وقتاً فوقتاً آتے رہیں گے۔ ان میں سے مجدد دین کے متعلق یہ عقیدہ قائم کر لیا گیا کہ وہ ہر سو سال کے بعد آیا کریں گے۔ ان کے علاوہ قیامت کے قریب امام مہدی تشریف لائیں گے اور آسمان سے حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے دین میں ان عقائد کی گنجائش نہیں۔ قرآن کریم میں آنے والوں کا کوئی ذکر نہیں۔ مامور من اللہ کا عقیدہ بھی ختم نبوت کے منافی اور دین کی نقیض ہے۔"

(رسالہ طلوع اسلام ماہ اپریل ۱۹۶۶ء)

الفرقان:- اس اقتباس سے عیاں ہے کہ پرویز صاحب اُمتِ مُسلمہ کو روزِ اوّل سے ختم نبوت کے منافی عقائد رکھنے والی اُمت مانتے ہیں کیونکہ جب تک ان کے طریق پر مذکورہ اقتباس عقائد کا انکار نہ کر دیا جائے بقول ان کے ختم نبوت قائم نہیں ہو سکتی۔ گویا پرویز صاحب کو جب تک خیالات و عقائد میں مقتدا نہ مانا جائے ختم نبوت قائم نہ ہو گی۔ اسی بناء پر اہل علم پرویزیت کو فتنہ قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں آنے والوں کا ذکر تو ہے مگر آپ نہ دیکھیں تو ع چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

۱۱۔ شاستری جی کی موت کا سبب

روزنامہ الاہرام قاہرہ کے ایڈیٹر ڈاکٹر ہیکل نے سیاحتِ ہند سے واپسی پر جو بیان دیا اس میں کہا ہے کہ:-

"میں نے اس پر سب کو متفق پایا کہ شاستری جی کی موت کا خاص تعلق معاہدۂ تاشقند سے رہا ہے۔ آدھی آبادی کا بیان تو یہ ہے کہ شاستری جی نے جب معاہدہ تاشقند پر دستخط ہو جانے کے چند ہی گھنٹے کے بعد اس کی تشریح و تعبیر پاکستان کی طرف سے سُنی تو انہیں بڑا صدمہ ہوا اور انہوں نے جان دیدی اور آدھی آبادی یہ کہتی ہے کہ شاستری جی نے جب فون پر اپنے وطن والوں کا ردِ عمل دریافت کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ ہندوستان اس معاہدہ کو اپنی شکست سمجھ رہا ہے۔ یہ سُن کر انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ انہوں نے جان

دیدی۔" (صدق جدید لکھنؤ یکم اپریل ۱۹۶۶ء صـ۲)

الفرقان - سابق وزیراعظم بھارت شاستری جی کی وفات بہرحال قابلِ توجہ حادثہ ہے

۱۲- "اسلام پر یقین" کے نسخہ کی تلاش کا جواب

مدیر المنبر لکھتے ہیں :- (الف) "اسلام جتنا بھی ۱۹۴۷ء میں تھا اتنا بھی آج باقی نہیں ہے اور اس میں ہر روز کمی واقع ہوتی جارہی ہے۔" (ب) "کیا خدا کے غضب کو بھڑکانے کے لئے کوئی کسر ہماری جانب سے اُٹھا رکھی گئی ہے اور کیا اسلام کے ساتھ اس سے زیادہ بدمذاقی کا تصور خود مسلمانوں کی جانب سے کیا جاسکتا ہے؟" (ج) "آہ! کوئی کونسل دلوں میں **اسلام پر یقین** اور خدا کے حضور جوابدہی کا کوئی **نسخہ** تجویز کرے اور اسلام سے جی چرانے والوں کو استعمال کرائے تو شاید یہ مریض شاہراہِ صحت پر گامزن ہو۔ دگرنہ دل کے اس مریض کے سنبھلنے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔"

(المنبر لائلپور یکم اپریل ۱۹۶۶ء صـ۳)

الفرقان - حالات کی تشخیص اور احساس تو ٹھیک ہے مگر **اسلام پر یقین کا نسخہ** دنیا کے فرزندوں یا کونسلوں کے پاس نہیں مل سکتا خواہ انہوں نے صدہا کتب پر عبور حاصل کر لیا ہو۔ یہ نسخہ تو **آسمانی طبیب** لے کر آتے ہیں۔ مگر قوم کی بدقسمتی ہے کہ **آسمانی مسیحا** کو ماننے کی بجائے وہ ابھی تک ان رہزن مادی اطباء کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہے جو جونک کی طرح اس کا خون چوس رہے ہیں۔ ان حالات میں دردمندانہ دعاؤں کے سوا کیا چارہ ہے؟

۱۳- ریاست نیپال کا پُرامن ماحول

ریاست نیپال کے سابق وزیر ڈاکٹر گری نے اپنی تقریر میں فرمایا:-

"نیپال ایک ہندو ملک ہے لیکن اس ہندو ملک کی تاریخ میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ مذہب کے نام پر کبھی کوئی مسئلہ وہاں کھڑا ہوا ہو۔ اور نیپال کو اس پر فخر ہے کہ مذہب کے نام پر ایک خون بھی کبھی وہاں نہیں ہوا۔ ہندو اور مسلمان سب مل کر وہاں رہتے ہیں اور ان میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتا۔"

(صدق جدید لکھنؤ یکم اپریل ۱۹۶۶ء)

الفرقان - کیا بھارت اس بیان سے کوئی سبق حاصل کریگا؟

۱۴- جماعت احمدیہ کا سالانہ بجٹ اور اخبار المنبر

جماعت احمدیہ کے اناسی (۸۹) لاکھ روپے کے سالانہ بجٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب المنبر لکھتے ہیں:-

"یہ بجٹ صرف مرکزی جماعت کا ہے۔ جن جماعتوں سے اس بجٹ کی رقوم وصول کی جائیں گی ان کے بجٹ الگ ہیں۔ یوں سمجھئے کہ ہر مقامی قادیانی جماعت اگر

ایک ہزار مرکز میں بھیجے گی تو کم از کم دو ہزار وہ اپنے ہاں بھی خرچ کریگی۔ اس اعتبار سے قادیانی امت کا سالانہ بجٹ کم از کم دو کروڑ چالیس لاکھ کے لگ بھگ ہوگا .... اگر غیر مسلموں کو قادیانی بنانے کے لئے یہ کچھ ہو رہا ہے تو انہیں مسلمان بنانے کے لئے کیا کچھ کرنا چاہیئے۔ کیا آپ اس عنوان پر سوچنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟" (الاعتصام ۱۵/۴/۶۶ء)

الفرقان ۔ جماعت احمدیہ تو سرفروشانہ انداز میں اشاعتِ اسلام کے لئے سب کچھ کر رہی ہے ۔ اگر دوسرے مسلمان بھائی بھی خدمتِ اسلام کے کام میں جماعت سے تعاون فرمائیں تو اور بہت کچھ ہو سکتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ "علماء" مسلمانوں کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔

۱۵۔ کیا غیر مبایعین سلسلۂ خلافتِ احمدیہ کے قائل ہو گئے ہیں؟

اخبار پیغام صلح نے امیر غیر مبایعین مولوی صدرالدین صاحب کی حج سے واپسی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "بیروت سے ہوتے ہوئے دمشق بھی گئے جہاں نزولِ مسیح کی پیشگوئی سے امام وقت نے یہ مراد لی ہے کہ مسیح موعودؑ کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ وہاں جائیگا۔"

(پیغام صلح ۲۷ر اپریل ۱۹۶۶ء)

الفرقان ۔ یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ دمشق میں مسیح موعود کے نزول کی یہ تعبیر ہے کہ "مسیح موعود کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ وہاں جائیگا" اور یہ بھی درست ہے کہ ۱۹۲۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفۂ دوم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میرزا بشیرالدین محمود احمد رضی اللہ عنہ دمشق میں نزول فرما کر اس علامت کو پورا کر چکے ہیں۔ اس طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد "ثُمَّ يُسَافِرُ الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ أَوْ خَلِيفَةٌ مِنْ خُلَفَائِهِ إِلَى أَرْضِ دِمَشْقَ" (حمامۃ البشریٰ) پورا ہو گیا۔ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ خود دمشق تشریف نہ لے جا سکے تاہم آپؑ کے موعود فرزند اور آپؑ کے برحق خلیفۂ دوم نے دمشق کو رونق بخشی اور وہاں پیغام حق پہنچایا اور اس طرح وہ علامتِ نبویؐ پوری ہو گئی۔

مدیر پیغام صلح نے جناب مولوی صدرالدین صاحب کے سفرِ دمشق پر اس پیشگوئی کو چسپاں کرنے کی غلط کوشش کی ہے۔ غیر مبایعین تو ۱۹۱۴ء سے "خلیفۃ من خلفائہ" یعنی جماعت احمدیہ میں سلسلۂ خلافت کے منکر ہو چکے ہیں۔ کیا وہ اب پھر سلسلۂ خلافت کے قائل ہو گئے ہیں یا یونہی دل بہلاوے کے طور پر مولوی صدرالدین صاحب کو خوش کرنے کے لئے ایسا لکھ دیا گیا ہے؟

۱۶۔ ایک عظیم خوشخبری

المنبر لائلپور لکھتا ہے :-

"پاکستان کے افق سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آفتاب طلوع ہوگا۔" (۱۰ر مارچ ۱۹۶۶ء ص)

الفرقان ۔ خدا تعالیٰ اس خبر کو جلد پورا فرمائے۔ آمین۔

ایک نیا اندازِ فکر

حضرت مسیحؑ کے صلیبی واقعہ کے متعلق انجیلی بیان پر تبصرہ

(جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل)

(۴)

ہم مانتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھایا اور انجیل یوحنا اور دیگر حوالجات سے بھی یہی ثابت ہے لیکن ان کا یہ فعل یہودی شریعت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ جس طریق سے شریعت نے صلیب دینا روا رکھا تھا اس کی پابندی یہودیوں نے نہیں کی۔ پولوس کا شریعت کے اقتباس سے مسیحؑ کو (نعوذ باللہ) لعنتی قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ جس حوالہ کی بنیاد پر مسیحؑ کو پولوس نے (نعوذ باللہ) لعنتی بتایا ہے مسیحؑ اس بناء پر صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ اسلئے پولوس کا بیان سراسر غلط اور قابلِ اعتراض ہے۔

یہودی طریق سزا یہ تھا:- مجرم کو مار کر صلیب پر لٹکانا (استثناء ۲۱/۲۲) سنگسار کر کے بعد میں آگ میں جلانا (یشوع ۷/۲۵) غیر یہود کو پھانسی پر شام تک لٹکانا (یشوع ۸/۲۹) پتھراؤ کرنا (احبار ۲۴/۱۶) قتل کرنا (استثناء ۱۸/۲۰، یرمیاہ ۱۴/۱۵) وغیرہ۔

ممکن ہے یہودیوں نے حضرت یشوعؑ کے طرزِ عمل سے جواز پیدا کر لیا ہو کہ انہوں نے ایک غیر یہودی بادشاہ عی کو زندہ صلیب (درخت) پر شام تک لٹکایا تھا۔ (یشوع ۸/۲۹) پطرس اور دیگر رسولوں نے یہودیوں کو جواب دیا "ہمارے باپ دادوں کے خدا نے یسوع کو جلایا جسے تم نے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا تھا" (اعمال ۵/۳۰ ، ۱/۲۹) پلاطوس نے مسیحؑ کو یہودیوں کے سپرد کر دیا تاکہ صلیب دی جائے۔ پس وہ یسوع کو لے گئے اور صلیب دی (یوحنا ۱۹/۱۶) نیز اعمال ۲/۲۳ ، ۴/۱۰ ، ۵/۳۰ سے بھی واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں نے آپکو مصلوب کیا اور پولوس بھی یہی کہتا ہے کہ یہودیوں نے مسیحؑ کو مار ڈالا (۱-تھسلنیکیوں ۲/۱۵)

ان حوالجات سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھانے والے اصل میں یہودی تھے معلوم ہوتا ہے کہ رومی حاکم نے باوجود نڈر اور بے خوف ہونے کے انتظامی معاملہ اور نقضِ امن کے اندیشہ سے بزدلی سے کام لیا۔ جس کو وہ خود معصوم اور بے گناہ یقین کرتا تھا اس کو اس نے یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ اس میں کئی اسباب دکھائی دیتے ہیں۔ رومی حکومت نے یہودیوں کو کامل مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ پلاطوس رومی یہودیوں کے مذہبی معاملات میں اپنے قانون کے مطابق دخل اندازی نہ کر سکتا تھا۔ اس نے ابتداء میں ہی یہودیوں کو کہا تھا کہ "اسے لے جاکر تم ہی

اپنی شریعت کے موافق اس کا فیصلہ کرو" (یوحنا ۱۸/۳۱)۔ پھر دوسری بار کہتا ہے "تم ہی اسے لے جاؤ اور صلیب دو کیونکہ میں اس کا کچھ جرم نہیں پاتا" (یوحنا ۱۹/۶)۔ پس مصلحت وقت کا یہی تقاضہ سمجھا گیا کہ وہ مجبوراً مسیح کو یہودیوں کے حوالے کرے۔ لیکن اس نے اپنے پروگرام کے مطابق صلیبی کارروائی کو اپنے زیر نگرانی رکھا۔ جیسا کہ انجیل یوحنا سے ظاہر ہے وہ عین صلیب دیئے جانے کے وقت موجود ہوا اور یہودیوں کو چڑانے کے لئے کتابہ لکھ کر صلیب پر چسپاں کر دیا "یسوع ناصری یہودیوں کا بادشاہ" (یوحنا ۱۹/۱۹) جس کا مطلب یہ تھا کہ یہودی اپنے بادشاہ کو صلیب دے رہے ہیں۔ پیلاطوس کی موجودگی اسلئے تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے حکمت عملی اور دانائی سے مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا جائے۔ چنانچہ اس میں وہ کامیاب ہوا۔

یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب دی اور یہی ان کا مقصد اور مدعا تھا کہ آپ کو ابدی لعنتی بنائیں۔ حضرت مسیح کی گتھسمنی باغ میں جو دعا کی تھی وہ صرف لعنتی موت سے بچنے کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ قبول ہوئی اور آپ صلیب کی لعنتی موت سے بچ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رومی حکومت نے بعض سزاؤں کا اختیار یہودیوں کی مجلس اعلیٰ کو دے رکھا تھا۔ ایک پادری صاحب لکھتے ہیں:-

> "قوم یہود کے اعلیٰ اختیار سنہڈریم کو حاصل تھے۔ خاص کر قتل کا فتویٰ دینا اور عمل میں لانا ان کے اختیار میں تھا۔۔۔۔ پولوس کہتا ہے کہ جب مسیحی شہید صدر مجلس یعنی سنہڈریم کے حکم سے قتل کئے جاتے تھے تو میں بھی یہی رائے دیتا تھا"
>
> (مفتاح الاعمال صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ ۱۹۱۰ء مصنفہ ریورنڈ کنیس نارس صاحب ایم-اے)

عجیب بات ہے کہ پطرس ایک طرف تو کہتا ہے کہ یہودیوں نے مسیح کو غیر شرع یعنی غیر بنی اسرائیل لوگوں کے ہاتھ سے صلیب دلوا کر مار ڈالا (اعمال ۲/۲۳) دوسری طرف بیان کرتا ہے کہ یسوع کو یہودیوں نے صلیب دی۔ (اعمال ۲/۳۶)۔ پطرس اور رسولوں نے یہودیوں کو جواب دیا تم نے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا تھا (اعمال ۵/۳۰) آخری حوالہ میں پطرس کے ساتھ دوسرے رسول بھی شامل ہیں۔ پس اعمال ۲/۲۳ کا بیان درست نہیں ٹھہرتا۔

مسٹر اکبر مسیح نے یہودیوں کا بیان جو انکی احادیث میں مرقوم ہے یوں نقل کیا ہے:-

> "یہودی کہتے تھے کہ یسوع ناصری نے جادوگری کی اور بنی اسرائیل کو گمراہ کیا اسلئے حسب شریعت موسوی اسرائیلی عدالت کے روبرو آپ پر رجم کا حکم صادر ہوا۔ پہلے آپ مقام لودینی لیڈیا میں سنگسار کئے گئے پھر بعد وفات آپ صلیب پر لٹکائے گئے اور آخیر قول سے ان کی مراد یہی ثبوت کا اظہار تھا اور بڑے فخر سے کہتے تھے

کہ کتاب استثناء $\frac{۲۱}{۲۲-۲۳}$ کے احکام یسوع کی موت صلیب پر صادق آتے جہاں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے گناہ کا مرتکب ہو جس کی سزا موت ہے اور وہ قتل کیا جائے تو اُس کو درخت پر لٹکا دے ... جو لٹکایا گیا وہ خدا کا لعنتی ہے۔ دیکھو ہرفورڈ صاحب کی کتاب طالمود اور مدراش صفحہ ۸۶" (خداوند یسوع مسیح کی صلیبی موت صفحہ ۱۱)

یہودیوں کے مندرجہ بالا بیان کی تائید انگریزی نئے عہدنامہ میں پطرس اور رسولوں کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے یہودیوں کے جواب میں دیا:-

"The God of Fathers raised up Jesus, whom ye slew and hanged on a tree." (اعمال $\frac{۵}{۳۰}$ $\frac{۱۰}{۳۹}$)

ترجمہ- ہمارے باپ دادوں کے خدا نے یسوع کو مبعوث کیا جسے تم نے قتل کیا اور درخت پر لٹکایا۔ یہودیوں کا یہ بیان چاروں انجیلوں سے مختلف ہے اور انگریزی عبارت بھی انجیلوں سے مطابقت نہیں رکھتی۔"

چاروں انجیلوں میں صلیب سے قبل حضرت مسیحؑ کو سنگسار کرنیکا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اشارۃً تک بھی نہیں پایا جاتا۔ یہ اختلافات اور متضاد بیان اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ حضرت مسیحؑ کے صلیبی واقعہ کے بہت سے اجزاء درست نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہودیوں کو کسی شخص کے قتل یا سنگسار کرنیکا اختیار حاصل تھا تو انہوں نے حضرت مسیحؑ کو رومی حاکم پلاطوس کے حوالے کر کے صلیب دلوانے کی کوشش کیوں کی؟ اِس سوال کا کوئی مدلّل اور معقول جواب ہمیں انجیلوں سے نہیں ملتا۔ غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اپنے فیصلہ کی تائید وقت کی حکومت کے فیصلہ سے چاہتے تھے یعنی دونوں عدالتیں رومی اور یہودی مسیحؑ کے قتل پر متفق ہوں لیکن رومی حاکم نے مسیحؑ کو بے قصور پاکر الزامات سے بَری قرار دیکر واپس یہودیوں کے پاس بھیجدیا۔

حضرت مسیحؑ کے صلیبی واقعہ کے متعلق بہت سی اُلجھنیں اور شبہات ہیں۔ پہلی تین انجیلیں آپکو رومی قانون کے ماتحت صلیب دیا جانا بتاتی ہیں۔ چوتھی انجیل کہتی ہے کہ رومی حاکم نے یہودیوں کے سپرد کر دیا تھا اسلئے رومی حاکم کی نگرانی میں یہودیوں نے آپکو صلیب پر لٹکایا۔ یہودیوں کا اپنا بیان جو طالمود اور مدراش میں درج ہے اور اسکی تائید انگریزی نئے عہدنامہ میں سے پطرس اور دیگر رسولوں نے کی ہے اس میں کچھ اور ہی بیان کیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ عیسائیوں کے مختلف فرقے عقیدہ رکھتے تھے کہ مسیح مصلوبیت سے پہلے ہی اُس سے جُدا ہو گیا تھا اور وہ مصلوب نہیں ہوا بلکہ اسکی جگہ شمعون کرینی صلیب دیا گیا (تواریخ کلیسیا صفحہ ۱۳۱)

پس یہ سب اختلافات مسیح کی صلیبی موت کے بارے میں شکوک پیدا کرتے ہیں۔ انجیل یوحنا کا بیان کہ یہودیوں نے مسیح کو پلاطوس کی نگرانی میں صلیب پر لٹکایا درست معلوم ہوتا ہے؟

حاصل مطالعہ

(۱) جماعت احمدیہ کی تنظیم اور قربانی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام یعنی جماعت احمدیہ کے افراد کی تنظیم، جوشِ اشاعتِ اسلام اور مالی قربانی ضرب المثل بن چکی ہے۔ اس کا اندازہ سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے اشد مخالف مولوی سید محمد علی مونگھیری بانی ندوۃ العلماء کی مندرجہ ذیل تحریر سے ہو سکتا ہے۔ آپ احمدیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"ان کی سعی اور کوشش اس قدر انتھک اور منظم ہے جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے کہ الٰہی یہ کیا طوفان کفر اور سیلاب ارتداد ہے اس کو روکنے کی کیا صورت ہو؟ ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں جہاں ان کے لوگ تبلیغ نہ کرتے ہوں۔ اور ہندوستان کے علاوہ انگلستان، جرمنی، امریکہ اور جاپان میں بڑے زوروں اور نہایت تنظم سے اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں ـــــ ان کے پاس کوئی بنک نہیں، کوئی ریاست نہیں۔ صرف ایک بات ہے کہ مرزا (علیہ السلام۔ ناقل) نے کہہ دیا ہے کہ ہر مرید حسبِ استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کے لئے کچھ دے۔ اور جو تین ماہ تک کچھ نہ دیگا وہ بیعت سے خارج ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بیت المال میں لاکھوں روپیہ جمع ہو گیا اور ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ دیتا ہے اور بعض تو تہائی اور چوتھائی قادیان بھیجتے رہتے ہیں جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔" (کمالات محمودیہ صفحہ ۲ بحوالہ سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری مؤلفہ سید محمد الحسن صفحہ ۲۹۶)

(۲) حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی تاثیر

مولانا مولوی عبد القادر صاحب رائے پوری نے ایک دفعہ فرمایا کہ:۔

"مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائی تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے میں نے بھی دیکھیں۔ قلب پہ اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں۔" (ملفوظات مولوی عبد القادر صاحب رائے پوری مرتبہ

مولوی علی احمد صاحب مجلس ۸ رجادی الثانی
سنہ ۱۳۸۶ھ بر کوٹھی صوفی عبدالحمید صاحب
سابق صدر صوبہ مسلم لیگ پنجاب لاہور
بحوالہ سوانح حضرت مولانا عبدالقادر
صاحب رائے پوری صفحہ ۲۳۴)

دراصل یہی وجہ ہے جس کے باعث علماء لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے مطالعہ سے روکتے رہتے ہیں۔

(ارشاد علیمان۔ دھرم پورہ لاہور)

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھے سر کا درد

غیر از جماعت دوست حضرت مسیح موعودؑ کے دوران سر کے مرض پر اعتراض کیا کرتے ہیں حالانکہ یہ امر قطعاً قابل اعتراض نہیں۔ خود ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم (فداہ امی وابی ونفسی وجنانی) کو آدھے سر کے درد کی شکایت ہو جایا کرتی تھی۔ تازہ شمارہ سیارہ ڈائجسٹ میں بھی چھپا ہے کہ:۔

"آنحضرتؐ کو کبھی کبھی آدھے سر کا درد ہو جایا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ دو ایک روز رہتا جس کی وجہ سے آپ کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ خیبر میں یہ درد شروع ہوا تو ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے فوجوں کی کمان کی دوسرے دن حضرت عمرؓ نے۔" (سیارہ ڈائجسٹ اپریل سنہ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲۶)

([illegible] صاحب [illegible] لاہور)

کتاب "سراج الدین عیسائی کے
چار سوالوں کا جواب" کا مطالعہ

تردید الوہیت مسیح پر ایک دلیل

(جناب چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ سابق امام مسجد لنڈن)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" میں عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کا نہایت لطیف اور نہایت مؤثر انداز میں رد فرمایا ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"ہم نہایت نرمی و ادب سے حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں سوال کرتے ہیں کہ اس بے چارہ ضعیف انسان کو خدا ٹھہرا کر آپ کو روحانیت میں کون سی ترقی ہوئی ہے۔ اگر وہ ترقی ثابت کرو تو ہم لینے کو طیار ہیں۔ ورنہ اے بدبخت مخلوق پرست لوگو! آؤ ہماری ترقیات دیکھو اور مسلمان ہو جاؤ۔" (صفحہ ۲۵)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی یہ دلیل تمام مسیحیوں کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ عیسائیوں اور پھر بالخصوص ان کے پادریوں اور منادوں کا روحانیت سے سراسر خالی ہونا اور زندہ خدا اور اس کی توحید پر ایمان لانے اور اس کے ساتھ پختہ تعلق کے نتیجے میں جو برکات

اور ثمرات اور نشانات حاصل ہوتے ہیں اُن سے کلیۃً محروم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ عیسائیوں اور ان کے پادریوں نے جس شخصیت کو خدا بنایا ہوا ہے وہ درحقیقت خدا نہیں ہے۔ بلکہ ایک ضعیف اور کمزور ہستی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ایک قادر اور قیوم خدا کے ساتھ سچے اور گہرے تعلق کے جو نتائج ظاہر ہونے چاہئیں ان کا عشر ہو اُن کی زندگیوں میں ہم نہیں کو پاتے۔

حضورؑ نے اس بارے میں بڑی تحدّی سے فرمایا ہے:-

"میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ روحانیت کے رُو سے عیسائیوں کی نہایت گندی زندگی ہے اور وہ پاک خدا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے اُن کی اعتقادی حالتوں سے ایسا متنفر ہے جیسا کہ ہم نہایت گندے اور سڑے ہوئے مُردار سے متنفر ہوتے ہیں۔ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں اور اگر اس قول میں میرے ساتھ خدا نہیں ہے تو نرمی اور آہستگی سے مجھ سے فیصلہ کرلیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ہرگز وہ پاک زندگی عیسائیوں میں موجود نہیں ہے جو آسمان سے اُترتی اور دلوں کو روشن کرتی ہے۔" (ص۲)

اس کے مقابل پر حضورؑ نے اسلام کے پیش کردہ تصورِ توحید کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق اور اپنی ترقیات کو بطور دلیل اور گواہی کے نہیں بلکہ ایک عظیم الشان چیلنج کی حیثیت سے پیش فرمایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"کیا یہ انصاف کی بات نہیں کہ جو شخص اپنی پاک زندگی اور پاک معرفت اور پاک محبت پر آسمانی بشارت رکھتا ہے وہی سچا ہے اور جس کے ہاتھ میں صرف قصّے اور کہانیاں ہیں وہ بدبخت جھوٹا اور نجاست خور ہے۔" (ص۲۶)

گویا جو لوگ مسیح کو الٰہ مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتے اُن کی زندگیوں میں پاک تبدیلی ہرگز پیدا نہیں ہو رہی اور اُن کا ایمان محض سابقہ قصوں اور کہانیوں تک محدود ہے اور وہ آنے والی نسلوں کے لئے اس پاک زندگی کی کوئی زندہ مثال پیش نہیں کر سکتے۔

اس کے مقابل پر اسلام کے ماننے والوں اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر صدق دلی کے ساتھ یقین رکھنے والوں کی پاکیزہ زندگی اور پاک معرفت اور پاک محبت پر خدائی تائیدات اور خدائی نشانات موجود ہیں اور ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ایسا ہونا بالکل طبعی اور فطرتی امر ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں:-

"جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب آفتاب کی طرف کھڑکی کھولی جائے تو آفتاب کی شعاعیں ضرور کھڑکی کے اندر آجاتی ہیں۔ ایسا ہی جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف بالکل سیدھا ہو جاتے اور اس میں اور خدا تعالیٰ میں کچھ حجاب نہ رہے تب فی الفور ایک

نورانی شعلہ اُس پر نازل ہوتا ہے اور اُسکو منوّر کر دیتا ہے اور اس کی تمام اندرونی غلاظت دھو دیتا ہے۔ تب وہ ایک نیا انسان ہو جاتا ہے اور ایک بھاری تبدیلی اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ تب کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو پاک زندگی حاصل ہوئی۔ اس پاک زندگی کے پانے کا مقام یہی دنیا ہے۔" (صلا۲۲)

پس اگر مسیحؑ درحقیقت الٰہ ہیں تو اُن کے ماننے والوں کے اندر بھی اسی طرز پر ایک عظیم الشان پاک تبدیلی اسی دنیا میں ظاہر ہونی چاہیئے تھی جو بہرحال نہیں ہے۔ لہذا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسیحؑ کی الوہیت کا تصوّر بالکل باطل ہے۔ ہاں اس کے مقابل پر اسلام کا خدا اپنی توحید کے ماننے والوں کو ہر روز اپنے نشانات و تائیدات سے نواز کر اپنے برحق وجود کی جلوہ نمائی فرماتا رہتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس عظیم الشان اسلامی تعلیم اور تصوّرِ توحید کے نتیجہ میں انسان اپنے مبدأ فیض خدا سے اس کے افضال و انعامات حاصل کرنے میں عیسائیوں کے خود ساختہ الٰہ کی مانند ہو سکتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"یسوع ناصری نے اپنا قدم قرآن کی تعلیم کے موافق رکھا اس لئے اس نے خدا سے انعام پایا ایسا ہی جو شخص اس پاک تعلیم کو اپنا رہبر بنائیگا وہ بھی یسوع کی مانند ہو جائے گا۔ یہ پاک تعلیم ہزاروں کو عیسیٰ مسیح بنانے کے لئے طیار ہے اور لاکھوں کو بنا چکی ہے۔" (صلا۲)

سچی اور حقیقی توحید یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی کو مان کر اور اسکی وحدانیت کو قبول کر کے اس کامل اور محسن خدا کی اطاعت اور رضا جوئی میں مشغول ہو جائے اور اسکی محبت میں کھویا جائے اور خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بُت ہو خواہ انسان ہو، خواہ سورج ہو خواہ چاند ہو، یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو، پاک اور منزّہ سمجھے اور اس کے مقابل پر کسی کو قادر تجویز نہ کرے۔ کسی کو رازق نہ مانے اور کسی کو معزّ یا مذلّ خیال نہ کرے اور پھر اپنی محبت بھی اُسی سے خاص کرے اور اپنی عبادت اور اطاعت بھی اُسی سے خاص کرے اور اُس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھے اور پھر ان اُس آسمانی رزق سے مشرّف ہوتا ہے جو اس ایمان کے نتیجہ میں مومنوں کے لئے خدائے واحد و یگانہ کی طرف سے ہمیشہ ہمیش کے لئے مقدّر اور مقرر ہے۔

پس الوہیتِ مسیح کا عقیدہ رکھنے والوں کا آسمانی رزق مثلاً خوارق عادت نشانات، قبولیت دُعا اور کشوف و الہامات سے محروم ہونا اور اُنکے مقابل پر مسیح کو الوہیت کے تخت سے اُتار کر محض ایک بندہ اور رسول ماننے والوں کا خدائے ذوالجلال والکبریا کے حضور سے اسکے پاک اور زندگی بخش کلام سے مشرف ہونا اور اُنکے ہاتھ پر معجزات کا ظہور اور انکی دعاؤں کے قبولیت کے آثار اس امر کی بڑی واضح دلیل ہے کہ درحقیقت مسیحؑ ہرگز خدا نہ تھے اور انکی الوہیت پر ایمان رکھنے والے سراسر غلطی پر ہیں +

فریبِ خرد

(جناب نسیم سیفی ربوہ)

افق پہ ایک چمکتی ہوئی لکیر تو ہے
اب اور نور کا اظہار کس طرح ہوگا
ہزار شب کی سیاہی پسار لے پاؤں
نمودِ صبح کا انکار کس طرح ہوگا

اٹھائے ہیں کئی عقل و خرد نے ہنگامے
ہر ایک آن ہر اک سمت شور سا ہے بپا
نگاہِ شوق پہ قدغن کہ محوِ دید نہ ہو
جنوں کو حکم ملا ہے "نہ جا سُوئے صحرا"
خلوصِ دل کو حقارت سے دیکھتی ہے نظر
نمود و نام و ریا سب سے ارفع و اعلیٰ
رواں دواں ہے رہِ منزل پہ کاروانِ حیات
مگر یہ زعم کہ منزل ہے بس یہی دُنیا
خدا، اور آج بھی لوگوں سے ہمکلام ہے، وہ
عجیب بات ہے، یہ بھی خدا ہے کیسا خدا
ہم اہلِ علم ہی کافی ہیں رہنمائی کو
خرد جو ہے تو پھر الہام کی ضرورت کیا

فقط سحر کی سفیدی ہے ظلمتوں کا علاج
طلوعِ مہر سے شب کا طلسم ٹوٹے گا
دماغ میں جو نہ ہوگی سپردگی پیدا
دلوں سے چشمۂ عرفانِ یار پھوٹے گا

فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ

سیّدنا حضرت فضلِ عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دائمی برکات میں سے ایک غیر معمولی بات یہ ہے کہ حضورؓ کی وفات کے بعد فوراً ہی جماعت احمدیہ کو ایک عظیم ثواب کے حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی حضور رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ تحریکات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشاد پر محترم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے سالانہ جلسہ ۱۹۶۵ء کے موقعہ پر احباب کو خاص تحریک فرمائی اور ایک خاص فنڈ قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی جلسہ سالانہ میں موجود احباب جماعت نے اس پر والہانہ لبیک کہا اور بڑھ چڑھ کر رقوم کے وعدے کئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے اس فنڈ کا نام فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ تجویز فرمایا ہے جس کا بنیادی سرمایہ پچیس لاکھ روپیہ مقرر ہوا ہے۔ اس سرمایہ سے خدمتِ خلق کے بہترین کام سرانجام دیئے جائیں گے۔

سیدنا حضرت فضلِ عمرؓ کے افرادِ جماعت پر عظیم احسانات ہیں اور احباب کے دل حضورؓ کی محبت و قدردانی سے لبریز ہیں۔ اسکے پیشِ نظر پچیس لاکھ روپیہ کی رقم کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ احباب کا فرض ہے کہ جلد از جلد اس تحریک میں شمولیت فرماویں۔ جنہوں نے ابھی تک وعدے نہیں کئے وہ وعدے فرمائیں اور جو دوست وعدے کر چکے ہیں وہ اپنے وعدوں کی رقوم جلد بنام سیکرٹری صاحب فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کے نام ارسال فرمادیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ وعدہ جات کی ادائیگی تین اقساط میں تین سال میں ہوگی اسلئے وعدہ کرتے وقت اس سہولت کو مدنظر رکھ کر وعدہ کیا جائے اور بروقت ادائیگی کی جائے ـــــ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے یہ تحریک بھی بڑی ثمرور اور برکات کا موجب ہوگی۔ سچ تو یہ ہے ؎

بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

ایڈیٹر کی ڈاک میں سے کچھ!

۱۔ تنقیدی اور تحقیقی مضامین اپنا جواب نہیں رکھتے

مکرم سید ارشد احمد صاحب رسول سے لکھتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ کا بہت شکر ہے کہ رسالہ الفرقان آپ کی توجہ کے باعث ترقی کی منازل طے کر رہا ہے اور مختلف مذاہب سے متعلق ضروری معلومات فراہم کرتا رہتا ہے۔ تنقیدی اور تحقیقی مضامین اپنا جواب نہیں رکھتے۔

براہِ کرم عربی کے اسباق جلد تیار کریں کیونکہ قرآن کریم کا مطلب سمجھنے میں گرامر کا بھی زیادہ دخل ہے اور گرامر کے متعلق میرے جیسے دوست کم ہی جانتے ہیں۔ انشاء اللہ آپ کے اسباق بڑے مفید ثابت ہوں گے۔ براہِ کرم یہ کوشش کیجئے گا کہ ایک عربی نہ جاننے والا شخص بھی عربی کی گرامر کو بآسانی سمجھ جائے۔"

(سید ارشد احمد رول نمبر ۲۹۵۔ کمرہ نمبر ۹۔A ویسٹ ہوسٹل گورنمنٹ سکول آف انجینئرنگ رسول)

۲۔ حکیمانہ دعوت الی الحق

مکرم مرزا عبدالحق صاحب قائد ضلع راولپنڈی تحریر کرتے ہیں:-

"میری ذاتی رائے ہے کہ ایک معیاری رسالہ کی گوناگوں علمی دلچسپیاں، محققانہ اندازِ فکر اور حکیمانہ دعوت الی الحق بدرجہ احسن الفرقان میں موجود ہیں۔ احبابِ حلقہ نے اسے سراہا ہے۔

۳۔ معیار بہت بلند ہے

جناب چودھری احسان اختر صاحب سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں:-

"اپنے ایک دیرینہ بزرگ دوست جناب کیپٹن حاجی احمد ایاز خان صاحب ایڈووکیٹ آف راولپنڈی کے ذریعہ ماہنامہ "الفرقان" ملا۔ "الفرقان" کا معیار بہت بلند ہے اور اس کی دینی خدمات لاجواب و بے مثال ہیں۔ نیز آپ کی قومی، ملی اور دینی قربانیاں قابلِ صد تعریف ہیں —— اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو مزید خدمتِ دین، خدمتِ انسانیت کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین —!!"

۴۔ رسالہ الفرقان سے خاص دلچسپی ہے۔

محترم خریدار صاحب ۲۰۸۵ خوشاب سے لکھتے ہیں:-

"مکرمی مینیجر ماہنامہ الفرقان

السلام علیکم۔ میں ایک غیر احمدی ہوں

(باقی ص ۴۵ پر)

قسط ۲

مسئلۂ صحت اور طبِ اسلامی

(محترم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر ہومیو پیتھ لٹ۔)

طب اسلامی کیا ہے؟

مختلف طریقہ ہائے علاج کے باہمی اختلافات و نزاعات کا حل "طبِ اسلامی" کی روشنی میں پیش کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ "طب اسلامی" ہے کیا؟

"طبِ اسلامی" کی اصطلاح کی وضاحت اسلئے بھی ضروری ہے کہ اپنی ہر پسندیدہ اور مرغوب چیز کے ساتھ "اسلامی" کا لفظ چسپاں کر دینے کی رَو بھی ایک جدید فیشن بن گئی ہے۔ مثلاً ہمارے وہ بے توفیق اور کم حوصلہ سیاست دان جو اسلامی سیاست کو اپنانے کی جرأت اور اسے رائج کرنے کی ہمت نہیں رکھتے اپنے اپنے مرغوب سیاسی یا معاشی نظام کے ساتھ "اسلامی" کا لفظ لگا کر بھولے بھالے عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض اسلامی ممالک میں "اسلامی جمہوریت" کا نعرہ اور بعض میں "اسلامی سوشلزم" کا نعرہ خاصا مقبول ہو رہا ہے۔ اور یہ نعرے لگانے والوں میں بڑے بڑے سیاسی مُلّا بھی اسی طرح شامل ہیں جس طرح سے دین سے قطعی بے بہرہ "راہنما"۔۔۔

طب کے میدان میں بھی اسلام کے ساتھ یہی زیادتی ہوتی چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ طبیبوں کا ایک بہت بڑا طبقہ "طبِ یونانی" کو جو ظہورِ اسلام سے بہت پہلے دنیا میں رائج ہو چکی تھی "طبِ اسلامی" کہنے پر مُصر ہے ۔۔۔ این چہ بوالعجبی است؟

مجھے تسلیم ہے کہ اسلام کے اصول زمان و مکان کی حدود میں مقید نہیں۔ کیونکہ تمام ازلی و ازلی صداقتیں اسلام میں موجود ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر وہ چیز جس کو مسلمان اپنا لیں یا "اسلامی" کہنا شروع کر دیں بغیر قرآن، سُنّت اور حدیث کی سند کے واقعی اسلام سے اس کا کوئی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

اگر محض مسلمانوں کے "طبِ یونانی" کو کسی زمانہ میں اپنانے سے یہ "اسلامی طب" بن گئی تھی تو آج جبکہ دنیائے اسلام پر مغربی طب مسلّط ہے اسے "اسلامی طریقۂ علاج" قرار دینے کے متعلق مفتیانِ طب کا کیا ارشاد ہے؟

طبِ اسلامی کے بنیادی اُصول

اب میں "طبِ اسلامی" کے بنیادی اصول قرآن، سنت اور حدیث سے پیش کرتا ہوں۔ جو طریقۂ علاج بھی اِن اصولوں پر قائم ہو وہی "اسلامی طب" ہے خواہ عرفِ عام میں اس کا کچھ ہی نام کیوں نہ ہو۔۔۔

"طبِ اسلامی" کا اصل الاصول یہ آیتِ کریمہ

ہے ۔ مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا۔ کہ اچھی بات کی مثال ایک ایسے اچھے درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں تو مضبوطی سے زمین میں راسخ ہوں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں اور وہ درخت ہر زمانے میں اپنے رب کے حکم سے (تازہ بتازہ) پھل دیتا رہے۔

پس وہی طریقۂ علاج "اسلامی طب" کہلا سکتی ہے جو ایک طرف تو ایسے محکم اور پختہ اصولوں پر قائم ہو جو غیر متزلزل اور دائمی ہوں اور دوسری طرف اس میں یہ صلاحیت ہو کہ وہ ہر زمانہ کی ضرورت کو پورا کر سکے اور کسی وقت بھی غیر مفید اور غیر مؤثر نہ ہو۔

ارتقاء اور عدم استحکام میں فرق | قرآن مجید کے مذکورہ

بالا اصول کی روشنی میں مغربی طب (ایلوپیتھی) کی ایک بہت بڑی کمزوری سامنے آجاتی ہے۔ اگرچہ نوجوانوں کی نسبت ہمارے بزرگ طبّ مغرب کی اس کمزوری سے زیادہ آگاہ ہیں تاہم اس کا مظاہرہ آئے دن ہوتا رہتا ہے اور قریباً ہر پڑھا لکھا ایک حد تک مروجہ طریقۂ علاج کی اس کمزوری سے آگاہ ہے۔

آج ایک دوا ایجاد ہوتی ہے اور کسی ایک مرض یا کئی ایک امراض کے لئے اسے انتہائی مفید قرار دیا جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس دوا کی شہرت بگولے سے آندھی اور آندھی سے طوفان بن کر اکناف عالم میں پھیل جاتی ہے۔ ہر طرف اس کی تعریف و تحسین کا غلغلہ بلند ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد مداحوں کا جوش و خروش کم ہونے لگتا اور محبت سرد مہری دکھانے لگتے ہیں۔ پھر اسکے مضر اثرات کا تذکرہ چلتا ہے جو رفتہ رفتہ مخالفت کے طوفان کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور پھر وہ "نہایت مفید" دوا بیتے ہوئے لہرے کی طرح بساطِ طب سے غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کی جگہ لینے ایک اور دوا آتی ہے اور قبولیت و رد کے اس چکر سے گزر کر معدوم و مجہول ہو جاتی ہے لیکن "ارتقاء" کے نام پر "عدم استحکام" کا یہ چکر چلتا رہتا ہے اور ٹھنڈے دل سے یہ کوئی نہیں سوچتا کہ ایک مفید چیز تھوڑے سے عرصہ میں غیر مفید کیونکر ہو گئی! یا ایک بے ضرر دوا میں ضرر رساں اثرات کیسے داخل ہو گئے!—— دراصل یہ عدم استحکام دواؤں کے خواص و اثرات کو پوری طرح معلوم کئے اور ان کے مزاج سے آگاہی حاصل کئے بغیر یا ہومیوپیتھی کی اصطلاح میں دواؤں کی مکمل پروونگ (Proving) کئے بغیر انہیں بازار میں لے آنے کی غلطی کا قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ کسی دوا کے پورے خواص ابتدائی تجربات میں معلوم کرنا ممکن نہیں اسلئے بعض خواص دوا کے وسیع پیمانہ پر زیر استعمال آنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتے ہیں تو یہ عذر معقول نہیں۔ اس روش کا پہلا نقصان تو یہ ہے کہ جزوی طور پر آزمائی ہوئی (Partially Proved)

دوا ہزاروں شخصوں اور جانوں کو تلف کرنے کا باعث ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ خود علم طب جو پہلے ہی ایک حد تک ظنی علم ہے اور زیادہ ظنی اور غیر یقینی ہوتا چلا جاتا ہے اور طلبہ کالج سے جو کچھ پڑھ کر نکلتے ہیں بسا اوقات اُن کی پریکٹس کے وقت وہ نظریات متروک ہو چکے ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے عطائیت یا نسخہ بازی جنم لیتی ہے۔

ایک وضاحت میرے مذکورہ بالا بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے نزدیک دواؤں کی آزمائش کا ہومیو پیتھک طریق مکمل اور بے خطا ہے یا یہ کہ ہومیو پیتھک میٹیریا میڈیکا (خواص الادویہ) میں دواؤں کے خواص تمام و کمال درج ہیں۔ ایسا دعویٰ کرنا تو قادرِ مطلق کی قدرتوں کو محدود ٹھہرانا ہے بلکہ بقول حضرت امام الزمان علیہ السلام اپنا تو یہ عقیدہ ہے کہ ایک ذرّہ کے بھی مکمل خواص کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا ؎

کس قدر تُو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

دواؤں کی مکمّل آزمائش یا پروونگ سے میری مراد یہ ہے کہ اگرچہ کسی ایک دوا کے مکمل خواص معلوم نہ کئے جا سکیں تاہم اس کے "مزاج" اور موٹے موٹے خواص سے تو حتمی طور پر آگاہ ہونا ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر دوا مریض پر استعمال کرنے کے قابل نہیں ہوگی۔ اور میٹیریا میڈیکا متزلزل اور غیر یقینی رہے گا اور کم از کم یہ خرابی ہومیو پیتھک میٹیریا میڈیکا میں نہیں ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہومیو پیتھی کے کسی بھی بڑے استاد کی پیش کردہ کسی اہم دوا کو گزشتہ ڈیڑھ سو برس میں میٹیریا میڈیکا سے اس طرح "دیس نکالا" نہیں ملا۔ بلکہ بعد میں آنے والوں نے اپنے اساتذہ کے تجربوں کی تصدیق و توثیق کر کے ان کی پیش کردہ ادویات کی قدر و منزلت کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ گویا طب کے میدان میں ہومیو پیتھک ادویات قرآن مجید کے بیان کردہ اصول اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (جو چیز لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے وہ زمین میں قائم رہتی ہے) کو ثابت کرتی ہیں۔ (باقی)

ایڈیٹر کی ڈاک میں سے کچھ!

(بقیہ صفحہ ۴۲)

مجھے آپ کے رسالہ الفرقان سے خاص دلچسپی ہے۔ میں الفرقان کا خریدار تھا۔ میرا خریداری نمبر ۲۸۰۰ ہے لیکن اس ماہ میرا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے کیونکہ میں ایک غریب پوسٹمین ہوں مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ نئے سال کے لئے رسالہ کی خریداری کا چندہ ادا کر سکوں لہذا ملتمس ہوں کہ اگر کوئی صاحب میرے نام رسالہ جاری کرا دیں تو مشکور ہونگا۔ (خریدار ۲۸۰۵ خوشاب)

مُفید اور مُؤثر دوائیں

نورکاجل۔ آنکھوں کی خوبصورتی صحت اور تندرستی کے لئے مفید ترین سرمہ۔ آنکھوں کے لئے مفید ترین جڑی بوٹی کا جوہر جو آنکھوں کی جملہ بیماریوں کا بہترین علاج ہے۔ قیمت سوا روپیہ۔

اکسیرمعدہ۔ پیٹ درد، بدہضمی، اپھارہ، ہیضہ وغیرہ امراض کے لئے لذیذ اور مفید ترین چُورن۔ قیمت دس آنہ، ایک روپیہ، دو روپے۔

انگزینا۔ یہ گولیاں معدہ کو طاقت دیتی، نظامِ ہضم کی اصلاح کرتی اور عصبی اور ریحی دردوں کے لئے بہت مفید ہیں۔ قیمت دو روپے۔

اعصابی۔ دل و دماغ اور اعصاب کے لئے بہترین ٹانک عصبی اور دماغی تھکاوٹ دُور کرکے بشاشت پیدا کرتی اور قوت کارکردگی بڑھاتی ہیں۔ قیمت فی شیشی تین روپے۔

تریاق اٹھرا۔ مرض اٹھرا کے لئے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے نسخہ کے مطابق بہترین گولیاں۔ قیمت کورس پندرہ روپے۔

زدجام عشق۔ قوتِ مردانہ کی گولیاں۔ قیمت ۶ گولی ۲۶ روپے۔

لبوب کبیر۔ مقویات کا سرتاج معجون۔ قیمت فی چھٹانک ۴ روپے۔

حبّ مفید النساء۔ ایامِ ماہواری کی جملہ خرابیوں کا بہترین علاج۔ کورس ۵ روپے۔

سپاری پاک۔ لیکوریا کے لئے بہت مفید۔ قیمت فی پیکٹ ۵ روپے۔

نور آملہ۔ بالوں کو لمبا کرتا، گرنے سے روکتا اور سر کی خشکی دُور کرتا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

نور ابٹنہ۔ کیل، چھائیوں کو دُور کرکے حُسن بڑھاتا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

نور نظر۔ اولادِ نرینہ کے لئے مفید ترین۔ قیمت مکمل کورس بیس روپے۔

نور منجن۔ دانتوں کی بیماری صفائی کے لئے نہایت مفید۔ قیمت ایک روپیہ۔

سرمہ خورشید۔ بینائی کو بڑھاتا، دُھند، جالا، غبار، پھولا اور ککروں کو دُور کرتا ہے۔ قیمت ۷۵ پیسے۔

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ۔ ربوہ

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں

عمارتی لکڑی دیار، کیل، پڑتل، چیل کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں

○ گلوب ٹمبر کارپوریشن —— ۲۵۔ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور فون ۶۲۶۱۸

○ سٹار ٹمبر سٹور —— ۹۰۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور

○ لائل پور ٹمبر سٹور —— راجیانہ روڈ لائلپور۔ فون ۳۸۰۸

سرزمین قادیان کا اوّلین دواخانہ

جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اپنے مبارک ہاتھوں قائم فرمایا

سنہ ۱۹۱۱ء سے آپ کی جملہ طبی ضروریات باحسن پوری کر رہا ہے!!

پیچیدہ سے پیچیدہ زنانہ اندرونی امراض کا بھی علاج کیا جاتا ہے۔

زنانہ معائنہ کا معقول انتظام ہے!

دوائی خاص

زنانہ امراض کا واحد علاج

قیمت دوا دس چھ روپے

زدجام عشق

طاقت کی لاثانی دوا

قیمت ۲۰ گولی ۴ روپے

قدیمی —— اوّلین —— شہرۂ آفاق

حب اٹھرا رجسٹرڈ

مکمل کورس پونے چودہ روپے

حب مفید النساء

عورتوں کی جملہ بیماریوں کی دوا

قیمت خوراک ایکماہ تین روپے

تریاق اولاد گولیاں

سو فیصدی مجرب دوا

قیمت فی کورس ۹ روپے

حکیم نظام جان اینڈ سنز

چوک گھنٹہ گھر۔ گوجرانوالہ

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

"الفردوس"

۸۵- انارکلی - لاہور

رشید آئل کُکرز

بلحاظ

خوبصورتی، مضبوطی، تیل کی بچت

اور

افراطِ حرارت

دُنیا بھر میں

بہترین ہیں

اپنے شہر کے ڈیلر سے

طلب فرمائیں

رشید اینڈ برادرز

ٹرنک بازار سیالکوٹ

مکتبہ الفرقان ربوہ کی چار اہم کتابیں

(۱)

تفہیماتِ ربّانیہ

(از قلم ابوالعطاء جالندھری)

اس کتاب میں وفاتِ مسیح، ختمِ نبوت اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے علاوہ غیر احمدی علماء کے جملہ اعتراضات کے مسکت، مدلل اور معقول جوابات دیئے گئے ہیں۔ موجودہ ایڈیشن میں مفید ترین حوالہ جات کا اضافہ بھی ہے۔ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اس کتاب کو "اعلیٰ لٹریچر" قرار دیا اور علماء سلسلہ نے بالاتفاق اس کی جامعیت اور افادیت کا اعلان فرمایا ہے۔ حجم سوا آٹھ سو صفحات مجلد۔ قیمت سفید کاغذ گیارہ روپے۔ اخباری کاغذ آٹھ روپے علاوہ محصول ڈاک +

(۲)

تحریری مناظرہ

مابین پادری عبدالحق و ابوالعطاء جالندھری

الوہیتِ مسیح پر قابلِ دید مناظرہ ہے۔ فریقین کے اصل پرچے طبع ہوئے ہیں۔ اسلامی دلائل کی قوت کا اس سے اندازہ کر لیجئے کہ پادری صاحب کو اسے مکمل کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ مسئلہ الوہیتِ مسیح کی تردید میں حوالہ جات کا مفید مجموعہ ہے۔ قیمت ۵۰-۱ روپیہ

علاوہ محصول ڈاک

(۳)

القول المبین فی تفسیر خاتم النبیّین

(از قلم ابوالعطاء جالندھری)

جناب مودودی صاحب نے ایک رسالہ "ختمِ نبوت" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ القول المبین میں مودودی صاحب کے رسالہ کا مفصل اور مکمل جواب دیا گیا ہے۔ بہت سے غیر احمدی اصحاب نے مودودی صاحب سے القول المبین کا جواب لکھنے کی درخواست کی مگر جناب مودودی صاحب کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس رسالہ میں ختمِ نبوت کی جامع تشریح کی گئی ہے۔ صفحات ۲۵۰۔ مجلد قیمت دو روپے علاوہ محصول ڈاک +

(۴)

مباحثہ مصر

یہ مباحثہ قاہرہ میں جماعت احمدیہ کے مبلغ اور تین بڑے پادریوں کے درمیان ہوا تھا جس میں عیسائیت کے بنیادی مسائل پر فریقین میں گفتگو ہوئی۔ یہ ساری گفتگو بائبل کے رُو سے ہوئی ہے۔ یہ کتابچہ بھی اپنی نوعیت میں جامع رسالہ ہے۔ اس میں عیسائیوں پر اتمامِ حجت کی گئی ہے۔ اس رسالہ کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ مباحثہ مصر (اردو) ۶۲ پیسے۔

مباحثہ مصر (انگریزی) ۲۵-۱

علاوہ محصول ڈاک

منقول از روزنامہ الفضل

۲۷ راپریل ۱۹۶۶ء

"پاکیزہ جذبات اور اسلامی روح کے مظاہرہ پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں"

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب مدیر الفرقان کے نام جلالۃ الملک شاہ فیصل کا جوابی تار

سعودی عرب کے فرمانروا جلالۃ الملک شاہ فیصل بن عبدالعزیز نئے اسلامی ہجری سال کے پہلے دن یعنی یکم محرم الحرام ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ راپریل ۱۹۶۶ء کو اپنے تاریخی دورہ کے سلسلہ میں پاکستان میں تھے۔ اس موقعہ پر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل مدیر الفرقان ربوہ نے شاہ موصوف کی خدمت میں حسب ذیل دعائیہ پیغام بذریعہ تار ارسال فرمایا:۔

كُلَّ عَامٍ وَأَنْتُمْ بِخَيْرٍ

یعنی آپ کے لئے یہ سارا سال خیر و برکت کا سال ہو

اس کے جواب میں پاکستان سے روانگی سے پیشتر جلالۃ الملک شاہ فیصل نے محترم مولانا صاحب موصوف کے نام حسب ذیل جوابی تار ارسال فرمایا:۔

ترجمہ:۔ کراچی ۲۴ راپریل

"آپ نے جن پاکیزہ جذبات اور اسلامی روح کا مظاہرہ کیا ہے اس پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں" (فیصل)